تذکرہ

استاذ الاساتذہ والشیوخ

حضرت مولانا مفتی سیّد مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، انگلینڈ

مجاز بیعت عارف باللہ حضرت مولانا قمر الزمان الہ آبادی صاحب مدظلہ العالی

جامع ومرتّب:

محمد یونس بن قاری بندۂ الٰہی سورتی غفرلہ

ناشر:

دار الحمد اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام: تذکرہ حضرت مولانا مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی صاحب مدظلہ

جامع ومرتب: مولانا محمد یونس بن قاری بندۂ الٰہی سورتی زید مجدہ

سن طباعت: صفر المظفر ۱۴۴۲ھ مطابق اکتوبر ۲۰۲۰ء

ناشر : دارالحمد اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سورت، انڈیا

PUBLISHER:

DARUL HAMD ISLAMIC RESEARCH INSTITUTE

SODAGARWADA, SURAT.

+91 7016565842, +91 9173103824

darulhamd2017@gmail.com

ملنے کے پتے:

دارالحمد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سوداگرواڑہ، سورت	+919537860749
ادارۂ صدیق، ڈابھیل	+919904886188
مولانا بک ڈپو	+919228760716
مولانا عبدالاحد فلاحی	+916351991025
مولانا مصعب منیار	+917567263143
مولانا عبید بن عبدالباسط منیار	+917405005501
مفتی فرید صاحب کاوی	+9194278 22481

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحات
❁	وجہِ ترتیبِ تذکرہ بہ قلمِ صاحبِ تذکرہ	۱۳
❁	عرضِ مرتب	۱۵
❁	تقریظ: حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب دام مجدہم	۲۰
❁	دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست	۲۲
❁	ان ہی کی جماعت ہونی چاہیے	۲۵
❁	ان کے جانے سے بہت نقصان ہوا	۲۵
❁	ایں خانہ ہمہ آفتاب است تأثرات: حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی زید مجدہ	۲۷
❁	ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است تأثرات: حضرت مولانا ایوب بندۂ الٰہی سورتی زید مجدہ	۳۰
❁	مدرسہ ہے وطن اپنا تأثرات: حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب زید مجدہ	۳۳
❁	جہدِ مسلسل تأثرات: حضرت مفتی شبیر صاحب مدظلہ	۳۷
۱	حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹
۲	اسمِ گرامی	۳۹

۳	وطن	۳۹
۴	خاندان	۳۹
۵	ولادت	۴۰
۶	ابتدائی دینی تعلیم	۴۰
۷	من الظلمات إلی النور	۴۰
۸	......اور وار کارگر ہوا	۴۰
۹	بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق	۴۲
۱۰	مطمئن رہو، داخلہ ہو جائے گا	۴۳
۱۱	مولانا محمد حسین صاحب سے آمنا سامنا	۴۳
۱۲	رسمی تکمیل	۴۴
۱۳	جامعہ میں بہ حیثیت مدرس	۴۴
۱۴	سفرِ افریقہ اور تعلیمی و اصلاحی خدمات	۴۵
۱۵	دوبارہ جامعہ میں	۴۵
۱۶	جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں	۴۵
۱۷	طرزِ تدریس و جامعیت	۴۶
۱۸	بیعت و تزکیۂ نفس	۴۶
۱۹	تصنیف و تالیف	۴۷
۲۰	رسائل و کتب کے گجراتی تراجم	۴۹
۲۱	قادیانی کفر توڑ	۴۹

۲۲	فتاویٰ	۴۹
۲۳	’’احسن القواعد‘‘ اور حضرت مدنیؒ کی دعا	۵۱
۲۴	وضاحتی نوٹ	۵۱
۲۵	’’احسن القواعد‘‘ قواعدِ فن تجوید و قراءت کی روشنی میں	۵۳
۲۶	مختلف دینی و ملی خدمات	۵۳
۲۷	’’اصلاح المسلمین‘‘ بڑودہ	۵۴
۲۸	بڑودہ شہر میں دارالعلوم کے قیام کی تمنا اور جد و جہد	۵۵
۲۹	حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا مکتوبِ گرامی	۵۶
۳۰	اے بسا آرزو کہ خاک شدہ	۵۷
۳۱	وفات	۵۷
۳۲	تجہیز و تکفین	۵۹
۳۳	پیر کے دِن یہاں آؤں گا	۵۹
۳۴	حضرت مولانا شمس الدین بڑودویؒ کی اولاد	۶۰
۳۵	حضرت مدنیؒ کی کرامت	۶۰
❖	تذکرہ حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد بڑودوی صاحب مدظلہ	۶۲
۱	اسم گرامی وولادت	۶۲
۲	ناظرہ اور ابتدائی تعلیم	۶۲
۳	حفظِ قرآنِ کریم	۶۲
۴	ابتدائی اردو فارسی کی کتابیں	۶۳

۵	دارالعلوم اشرفیہ، راندیر میں داخلہ	۶۳
۶	حضرت مولانا احمد نور پشاوریؒ	۶۴
۷	دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور درسِ نظامی کی تکمیل	۶۵
۸	شیخ الادبؒ کی خدمت میں دوسری مرتبہ	۶۷
۹	......اور درخواست منظور ہوگئی	۶۸
۱۰	......تو مشکل ہو جاتی	۶۹
۱۱	شیخ الادب اور سلام میں پہل	۶۹
۱۲	......اس میں کامیاب نہ ہو سکا	۷۰
۱۳	......لیکن ہمیں موقع مل ہی گیا	۷۰
۱۴	قراءتِ حفص، سبعہ وعشرہ کی تکمیل	۷۱
۱۵	دارالعلوم اشرفیہ، راندیر میں تجوید وقراءت کا باقاعدہ نظام	۷۱
۱۶	قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے شرفِ تلمذ	۷۴
۱۷	چلو شکار کھیلیں!	۷۵
۱۸	داخلہ منظور	۷۵
۱۹	آپ کی حسنِ قراءت وتلاوت	۷۷
۲۰	’’ادا تو ان دو بڑودویوں کی بہت صحیح ہے‘‘	۷۷
۲۱	حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب کے مختصر حالات	۷۹
۲۲	اوصاف واخلاق	۷۹
۲۳	سند کی ایک عبارت	۸۰

۲۴	دار العلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام	۸۱
۲۵	حضرت فخر المحدثینؒ کا درس اور قوتِ حافظہ	۸۲
۲۶	ستائیس دن میں تکمیلِ حفظ قرآن؛ دادا استاذ کی سنت	۸۲
۲۷	دیوار کا پھٹنا اور جڑنا	۸۳
۲۸	دیواریں بھی ذکر میں......	۸۴
۲۹	کتاب النوم کا مطالعہ	۸۵
۳۰	مٹکے ہی کو یہاں لے آؤ	۸۶
۳۱	حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ کا درس	۸۶
۳۲	جبال العلوم	۸۶
۳۳	امام المعقول تو میں ہوں	۸۷
۳۴	حضرت مولانا محمد جلیل صاحب سیوہارویؒ	۸۷
۳۵	حضرت شیخ الہند اور خلوت کا ایک منظر	۸۸
۳۶	میدانی استاذ	۸۸
۳۷	حضرت مولانا محمد حسین بہاریؒ	۸۹
۳۸	حضرت مولانا سید اختر حسین صاحبؒ: پھر کیا ہوا؟	۸۹
۳۹	تمام کتابوں میں اعلیٰ نمبرات	۹۰
۴۰	تمہارا قیاس بہت صحیح ہوتا ہے	۹۱
۴۱	ایک مجرب عمل برائے قضائے حاجت، حلِ مشکلات اور حصولِ مقاصد	۹۲
۴۲	صاحبین	۹۳

۴۳	دار العلوم میں سالانہ جلسہ اور تقسیمِ انعامات	۹۳
۴۴	مٹھائی کھلاؤ	۹۴
۴۵	دیوبند روانگی اور گم شدگی	۹۶
۴۶	افتاء اور فنون کی تکمیل	۹۷
۴۷	دار العلوم اشرفیہ، راندیر میں تدریسی خدمات	۱۰۱
۴۸	جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل میں	۱۰۱
۴۹	دار العلوم بڑودہ تاندلجہ کا قیام اور تدریسی خدمات	۱۰۲
۵۰	جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری میں	۱۰۲
۵۱	دار العلوم دعوۃ الایمان، بریڈفورڈ میں تدریسِ بخاری	۱۰۴
۵۲	بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق	۱۰۴
۵۳	ایک خواب جو چودہ سال کے بعد شرمندۂ تعبیر ہوا	۱۰۵
۵۴	چند ممتاز تلامذہ	۱۰۶
۵۵	ڈیوزبری مرکز کے ممتاز فضلاء کا اجمالی تذکرہ (۱) بیرونِ یو کے کے فضلاء	۱۰۷
۵۶	(۲) یو کے کے فضلاء	۱۱۰
۵۷	......اور چلہ لگ گیا	۱۱۳
۵۸	حضرت جی کی خدمت	۱۱۴
۵۹	مختلف دینی وملی خدمات	۱۱۶
۶۰	بڑودہ میں امامت	۱۱۶

٦١	فقہی اور تصنیفی خدمات	١١٦
٦٢	علما میں مقبولیت ومحبوبیت ایک اچھے مفتی	١١٧
٦٣	نام ہی کافی ہے	١١٧
٦٤	محقق، ماہر اور تجربہ کار مفتی	١١٧
٦٥	باعثِ فخر وشرف	١١٨
٦٦	بیعت وتزکیۂ نفس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے آستانے پر	١١٩
٦٧	حضرت مولانا یوسف متالا صاحبؒ کے نام ایک مکتوب	١١٩
٦٨	دیوبند میں حضرت شیخ زکریا صاحبؒ سے نیاز	١٢١
٦٩	حضرت مدنی کے مزار پر حضرت شیخؒ کا مراقبہ اور کیفیت	١٢٢
٧٠	حضرت شیخؒ کا باطنی تصرف	١٢٣
٧١	بہ غرضِ بیعت حاضری کی اجازت	١٢٤
٧٢	اچھا! کل بیعت کرلیں گے	١٢٥
٧٣	جب حضرت شیخؒ نے حضرت مدنیؒ سے فرمایا: میں آپ سے لڑنا چاہتا ہوں	١٢٦
٧٤	سوالاکھ مرتبہ اسمِ ذات کا معمول	١٢٧
٧٥	قرض لینے میں کبھی دشواری نہ ہوگی	١٢٩
٧٦	حضرت ہردوئیؒ کی طرف رجوع	١٣٠
٧٧	حضرت مولانا قمر الزمان صاحب کی طرف رجوع	١٣٠

۷۸	خلافت واجازتِ بیعت	۱۳۱
۷۹	حج کے اسفار	۱۳۳
۸۰	حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ کی مجلس میں	۱۳۳
۸۱	جسم وکفن چھ ماہ کے بعد بھی تازہ تھے	۱۳۵
۸۲	علما کے لیے حضرت میرٹھیؒ کی چند مختصر جامع نصائح	۱۳۵
۸۳	علامہ انور شاہ صاحبؒ کی قوتِ حافظہ کا راز	۱۳۶
۸۴	متعدد اسفارِ حج کا پس منظر	۱۳۷
۸۵	دھوپ اور چاندنی سے اوقاتِ نماز معلوم کرنا	۱۳۷
۸۶	بہ طور انعام دستی گھڑی کا انتظام	۱۳۸
۸۷	خواب میں سورۂ حج پڑھنا	۱۳۹
۸۸	ملتزم دعا کی قبولیت کی جگہ ہے	۱۴۱
۸۹	حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے تین رسائل کی تدریس	۱۴۱
۹۰	حدیثِ مسلسل کسے کہتے ہیں؟	۱۴۲
۹۱	حضرت شیخ زکریاؒ کا تدریسِ مسلسلات کا اہتمام والتزام	۱۴۳
۹۲	الحديث المسلسل بإجابة الدعاء في الملتزم	۱۴۴
۹۳	حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری زیدمجدہ	۱۴۶
۹۴	بڑودہ جامع مسجد میں صلوٰۃ الکسوف	۱۴۷
۹۵	نمازِ کسوف میں تیرہ پاروں کی تلاوت	۱۴۷
۹۶	چند سبق آموز معلومات؛ حطیم میں ختمِ قرآن	۱۴۸

۹۷	حطیم میں دو دِن میں ختمِ قرآن	۱۵۰
۹۸	قیامِ حرمین کے زمانے میں روزانہ ایک ختمِ قرآن	۱۵۰
۹۹	کثرتِ طواف کی فضیلت	۱۵۰
۱۰۰	پچاس طواف پر عظیم بشارت	۱۵۱
۱۰۱	ایک دِن میں ساٹھ طواف	۱۱۵۱
۱۰۲	مئی کا روزہ اور مسلسل تیس طواف	۱۵۲
۱۰۳	ماہِ مبارک اور اعتکاف	۱۵۲
۱۰۴	......اور اعتکاف ملتوی ہوا	۱۵۳
۱۰۵	زمزم کے کنویں کی زیارت اور پانی نکالنا	۱۵۴
۱۰۶	بیرون ملک کے دینی وملی اسفار ساؤتھ افریقہ کا سفر	۱۵۵
۱۰۷	پرتگال اور جرمنی کا سفر	۱۵۶
۱۰۸	کینیڈا کا سفر	۱۵۶
۱۰۹	بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کا سفر	۱۵۶
۱۱۰	مقدس مقامات کی زیارت	۱۵۸
۱۱۱	بار باڈوس، ٹری نیڈاڈ اور پناما......کا سفر	۱۵۹
۱۱۲	اجازتِ حدیث کی مجلس	۱۵۹
۱۱۳	آسٹریلیا، فیجی اور نیوزی لینڈ کا سفر	۱۶۰
۱۱۴	فیجی، ایک تعارف	۱۶۰

۱۱۵	دار العلوم فیجی	۱۶۱
۱۱۶	نیوزی لینڈ میں	۱۶۲
۱۱۷	حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب کی اولاد	۱۶۲
۱۱۸	صاحب زادے	۱۶۳
۱۱۹	دفعِ سحر کا مجرّب عمل	۱۶۴
۱۲۰	تأثراتِ قلبی	۱۶۶
۱۲۱	عمل پیہم	۱۶۶
۱۲۲	کڑی تربیت؛ اس کو چھٹی نہ ملی	۱۶۶
۱۲۳	مولانا شمس الدین صاحبؒ کا طرزِ تدریس	۱۶۷
۱۲۴	حقیقی ترقی	۱۶۹
۱۲۵	مولانا کا اندازِ درس	۱۷۰
۱۲۶	غلبۂ حیاء	۱۷۱
۱۲۷	پابندیِ اوقات، نظامت ونفاست	۱۷۱
۱۲۸	صفِ اول، خشوع وخضوع، نوافل ومعمولات کا اہتمام	۱۷۲
۱۲۹	سنجیدگی، متانت ووقار	۱۷۲
۱۳۰	مرنجاں مرنج طبیعت، یکسو مزاجی	۱۷۳
۱۳۱	ملکۂ تفہیم، سلاست وفصاحت	۱۷۴

وجہِ ترتیبِ تذکرہ
بہ قلمِ صاحبِ تذکرہ

مفتی محمد طاہر سورتی صاحب زید مجدہ (استاذ الحدیث ومفتی دارالعلوم صوفی باغ، سورت، انڈیا) کے ایک دوست مولانا صادق صاحب نے ان کے سامنے اپنی ذاتی خواہش کا اظہار کیا کہ صوبۂ گجرات، انڈیا کے موجودہ ''شیوخ الحدیث'' کے حالاتِ زندگی کو جمع وترتیب دے کر منصۂ شہود پر لایا جائے، طباعت ونشر واشاعت سے متعلق جملہ اخراجات بندے کے ذمہ رہیں گے۔ چناں چہ مفتی محمد طاہر سورتی صاحب اپنی زیرِ نگرانی مولانا محمد اسماعیل برہان پوری (مقیم حال سورت، انڈیا) سے جمع وترتیب کا یہ کام کرا رہے ہیں۔ اور بہ قولِ مولانا محمد اسماعیل برہان پوری اب تک چالیس سے زیادہ شیوخ الحدیث کے حالات جمع ہو چکے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ خدا کرے یہ کام بہ احسنِ وجوہ تکمیل تک پہنچے۔ آمین۔

اسی ضمن میں تقریباً ایک ماہ قبل مفتی محمد طاہر سورتی صاحب نے اس ناکارہ کو بہ ذریعۂ فون اپنے کچھ حالات وواقعات تحریر کر کے ارسال کرنے کو فرمایا، میں نے کہا کہ میں کیا اور میرے حالاتِ زندگی کیا؟ ''چہ پدی اور چہ پدی کا شوربا'' بہرحال! میں نے معذرت کر دی، مگر مفتی محمد طاہر صاحب اپنے حسنِ ظن کی بنا پر بار بار بہ ذریعۂ فون کچھ نہ کچھ لکھنے پر اصرار کرتے رہے۔ اور فرمانے لگے کہ مرنے کے بعد تو ہر ایک کے کچھ نہ کچھ حالاتِ زندگی سامنے آ ہی جاتے ہیں؛ لیکن وفات کے بعد لقاء واستفادہ ناممکن ہونے کی بنا پر وہ خاطر خواہ سودمند ومفید ثابت نہیں ہو سکتے، لہٰذا تو اپنی زندگی میں اپنی طالبِ علمی اور بعد کے کچھ حالات ضرور قلم بند کر دے۔

اپنی مصروفیتوں اور مشغولیتوں کی بنا پر یہ کام انجام دینا بہ ذاتِ خود میرے لیے ذرا مشکل تھا، لہٰذا میں نے محترم مولانا یونس بن قاری بندۂ الٰہی سورتی (مقیم حال سورت وسابق نگرانِ مجلس دعوۃ الحق، لیسٹر، یوکے، انگلینڈ) سے رابطہ کر کے ان کو درجِ بالا پوری صورتِ حال سے آگاہ کر کے استدعا کی کہ میں اشارات ومختصر انداز میں اپنی زندگی کے کچھ حالات وواقعات لکھ کر آپ کو ارسال کرتا رہوں گا، آپ اپنے حسنِ ذوق سے مناسب انداز میں ان کو مرتب کرلیں۔

مولانا یونس سورتی صاحب نے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل میں مجھ سے کچھ پڑھا بھی ہے، اور وہ تصنیف وتالیف کا اچھا وپاکیزہ ذوق اور سلیقہ رکھتے ہیں، بہت سے رسائل ان کے قلم سے صادر ہوکر منظرِ عام پر آچکے ہیں اور شرفِ پذیرائی حاصل کرچکے ہیں۔ چناں چہ انہوں نے بہ خوشی میری درخواست کو قبول کرتے ہوئے آمادگی کا اظہار کیا، لہٰذا میں کچھ لکھ کر ان کو بھیجتا رہا، اور وہ خود اپنی معلومات کی بنا پر کچھ جمع وترتیب دیتے رہے۔ اس طور پر یہ مجموعہ مرتب ہوکر منظرِ عام پر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے۔ آمین۔ والسلام

(حضرت شیخ الحدیث مولانا) سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی (صاحب)

خادم حدیث جامعہ تعلیم الاسلام، ڈیوزبری مرکز، یوکے، انگلینڈ

۳۰/ ذی قعدۃ ۱۴۴۱ھ

۲۱/ جولائی ۲۰۲۰ء، بہ روز منگل

فون نمبر: 00447746598786

عرضِ مرتب

بندہ محمد یونس سورتی غفرلہ

کسی بزرگ، اللہ والے اور اپنے اساتذہ ومشائخ کے حالاتِ زندگی کیوں لکھے جاتے ہیں؟ درحقیقت بزرگوں کا نقشِ پا عین مطابقِ شریعت ہوتا ہے، ان کا علم وعمل، تقویٰ وزہد وورع، ان کے احوال، واقعات وتجربات، ریاضت ومجاہدات، توکل علی اللہ کی صفت، حسنِ اخلاق وکردار اور اخلاص وللّٰہیت؛ خلَف کے لیے روشن مَنار کا کام دیتے ہیں، نیز نشر واشاعتِ دین میں ان کے حالات وواقعات پڑھنے اور سننے سنانے سے ہمتیں مضبوط اور بلند ہوتی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اکابرِ امت کی سوانح کو مرتب کرکے شائع کرنے کا سلسلہ قرنِ اول سے چلا آرہا ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی گجرات کی ایک مایۂ ناز شخصیت عالم، فاضل اور مجاہدِ کبیر حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین صاحب بڑودوی نور اللہ مرقدہ کی ہے۔ جن کے حالاتِ زندگی بنام ''سوانح حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ'' شائع کرچکا ہوں۔

والحمد للہ علیٰ ذلک

حضرت مولانا سید شمس الدین رحمہ اللہ کے حالات کے ضمن میں ان کی اولاد کا مختصر مختصر تذکرہ بھی کرچکا ہوں، کیوں کہ اولاد جب اپنے والدِ مرحوم کے نقشِ قدم پر ہوتی ہے، تو اُس کے کارنامے بھی اپنے والد مرحوم کی سوانحِ حیات کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی اولاد میں دوسرے نمبر پر حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ ہیں، اور اُن ہی کے حالات اِس وقت مقصود ہیں۔ جس کی تدوین کے محرّک

حضرت مولانا صادق صاحب دیوان گری زید مجدہ ہیں۔

انہوں نے ایک گفتگو کے دوران مفتی طاہر صاحب مدت فیوضہ سے فرمائش کی کہ **دارالحمد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سورت** کی جانب سے گجرات کے معاصر شیوخ الحدیث کا تذکرہ مرتب ہونا چاہیے، تاکہ ان حضرات سے استفادے کی مہلت باقی رہے۔ ورنہ ہمارے یہاں جب تک کوئی ناقابلِ استفادہ نہیں ہوجاتا، تب تک عموماً اس پر قلم نہیں اٹھایا جاتا ہے۔ بہ قول حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ: ''ہندوستان ایک مردہ پرست ملک ہے۔'' جب کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ کام کے لوگوں کی جانب توجہ ان کی حیات ہی میں دلائی جانی چاہیے، تاکہ استفادہ واستفاضہ کے مواقع میسر ہوں۔

آخر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب اُن حضرات کے جیتے جی ہی تو بیان فرمائے تھے۔ پھر آخر ہمارے یہاں ہی کیوں قصیدہ خوانی کے لیے مرنے کا انتظار کیا جاتا ہے؟ اور اس کے دنیا سے چل بسنے کے بعد بعض اوقات بعض جگہوں پر کچھ ایسی مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے، کہ شرعی حدود کا بھی خیال نہیں رہتا۔ بہ قول کسے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ❁ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اورسامعین زبانِ قال سے نہ سہی، زبانِ حال ہی سے سہی؛ اس شکوے کے لیے مجبور ہوجاتے ہیں کہ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت ❁ دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

بات معقول تھی، اس لیے مفتی طاہر صاحب زید مجدہ نے اُن سے وعدہ تو کرلیا، لیکن کام کی ترتیب کیا بنائی جائے؟ خاکہ کیا ہوگا؟ وغیرہ اُمور سوچتے رہے، مختلف اربابِ ذوق سے -جن سے کچھ امید تھی- درخواست کرتے رہے کہ کام میں ہاتھ بٹائیں، بالآخر مولوی

اسماعیل برہانپوری سلمہ (فاضل دار العلوم اشرفیہ، راندیر) نے اس کی حامی بھر لی، جس سے مفتی صاحب کا ٹینشن کچھ کم ہوا۔

مولوی اسماعیل نے ابتدائی مرحلے کے طور پر ایک عریضہ تیار کر کے گجرات کے تمام شیوخ الحدیث کے نام روانہ کیا۔ وھو ھذا:

باسمہٖ تعالیٰ

محترم حضرت شیخ الحدیث............................صاحب دامت برکاتہم

سلام مسنون قبول ہو

بعد سلام مسنون! عرض یہ ہے کہ حضرت استاذی مفتی طاہر صاحب سورتی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مجھ سے ایک صاحبِ علم، علم دوست نوجوان نے فرمائش کی کہ ہمارے یہاں عام طور پر سوانح عمریاں تب لکھی جاتی ہیں؛ جب آدمی دنیا سے چلا جاتا ہے، اور اس کی قدر کرنے کا، اُس سے استفادہ کرنے کا ہمارے پاس کوئی موقع نہیں بچتا، اِس لیے اس روایت کو توڑتے ہوئے کیوں ایسا نہ کیا جائے کہ اِس وقت جو ہمارے بزرگ موجود ہیں، اُن کے مستند، مختصر، جامع، مانع حالات منظر عام پر آجائیں، تاکہ جو لوگ قدر کرنا چاہتے ہیں اُن کے لیے موقع رہے، جو استفادہ کرنا چاہتے ہیں استفادہ کر سکیں۔ اِس بنا پر حضرت استاذ محترم نے مجھے حکم دیا کہ تو مدارسِ گجرات کے شیوخ الحدیث کے حالات قلمبند کر۔ لہٰذا بندے نے اللہ کے نام سے آج بہ تاریخ ۱/ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶/ فروری ۲۰۲۰ء بعد العصر یہ کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ صحیح معنوں میں اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ کی مدد کے بغیر یہ کام ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اگر آپ نے اپنے حالات خود قلم بند کر کے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں، تو آپ اپنے

کسی معتمد علیہ سے اپنے حالات قلم بند کرواکر اس کام میں میری مدد فرمائیں، تاکہ یہ کام جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

آپ کے حالات میں کلیدی باتیں مندرجہ ذیل ہوں گی، ان کے علاوہ کچھ خصوصیات بھی اجاگر فرمائیں۔۹۸۹۸۵۲۱۰۹۰

(۱)اسم گرامی (۲) تاریخ ولادت (۳)تعلیم

(۴)اساتذہ (۵) تلامذہ (۶) بخاری کی تدریس کب سے؟ اس کا محرک

(۷)اب تک کن کن کتابوں کی تدریس کی؟ (۸) تصنیفات، مضامین وغیرہ

(۹) طرزِ تدریس اور امتیازات وخصوصیاتِ درسِ بخاری۔

براہِ کرم! اپنے حالات کی اصل کاپی، یا pdf فائل، مندرجہ ذیل واٹس اپ یا ای میل یا کسی بھی ذریعے سے مجھ تک پہنچادیں۔ فقط والسلام۔

محمد اسماعیل برہانپوری

موبائل نمبر: 9978806891

Email:ansariismail29@gmail.com

یہ مکتوب حضرت مولانا سید قمر الدین محمود صاحب کے پاس بھی پہنچا، تو انہوں نے اپنے برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب مدفیضہم سے بھی اس کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت نے مزید تحقیق وتسلی کے لیے مفتی طاہر صاحب سے رابطہ کیا، تو مفتی طاہر صاحب نے بھی باصرار یہ التجا دہرائی۔

حضرت مولانا مدظلہ نے مجھ سے فون پر فرمایا کہ مفتی طاہر صاحب مجھے اس سلسلے میں

اصرار کر رہے ہیں، لیکن میں تشویش میں ہوں کہ اپنے بارے میں کیا لکھوں؟ میری ہمت تو نہیں ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ ہمارے بعض اکابر نے آئندہ نسل کے نفع کی خاطر اپنی آپ بیتی لکھی، یا لکھوائی ہے۔ ان شاء اللہ ہمیں اور مدرسین وطلبہ کو آپ کے حالات سے رہبری ملے گی، اور چند بزرگوں کی مثالیں دیں۔

تب کہیں جا کر حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے کچھ حالات واسفار تحریر فرما کر ارسال فرمائے، جب کہ کچھ حالات تو میں ''سوانح حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ'' میں لکھ ہی چکا ہوں، وہاں سے بھی ضروری مواد اٹھا لیا، کچھ اپنا آنکھوں دیکھا حال شاملِ تذکرہ کر دیا، اس طرح معتد بہ حصہ تیار ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذلک والشکر لہ الف مرۃ.

اللہ رب العزت اس رسالے کو قارئین کے لیے نافع بنائے، اور محرّک ودرخواست کنندہ کو اجر عظیم عطا فرمائے، اور مرتّب کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

تقریظ

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری دام مجدھم
(شیخ الحدیث وسابق صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل
وخلیفۂ اجل حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محب مکرم مولانا محمد یونس صاحب زید مجدہم نے مخدوم ومحترم حضرت الاستاذ مولانا مفتی قاری سید مصلح الدین احمد صاحب دامت برکاتہم ومدت فیوضھم کی حیات طیبہ پر جو مضمون تیار فرمایا ہے، احقر کے ملاحظے کے لیے ارسال فرمایا اور اس پر چند کلمات تحریر کرنے کی فرمائش بھی کی، اپنے اساتذۂ کرام کے سلسلے میں احقر کی دلی کیفیت وہی ہے جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ارشاد فرمائی کہ میں اس کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف سکھایا، اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اور اگر چاہے تو مجھے آزاد کردے یا غلام رکھے، علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”العھود المحمدیۃ“ میں استاذ کا حق اس قدر زیادہ اہم بتلایا کہ اپنا سب کچھ دے کر یا عمر بھر خدمت کرتے رہنے پر بھی اس کا بدلہ ادا نہیں ہوسکتا، اپنے اساتذہ میں حضرت مولانا دامت برکاتہم کے لیے اپنے دل میں خصوصی مقام ومحبت محسوس کرتا ہوں کہ آپ کی تعلیم وتربیت کے نتیجے میں علم کے ساتھ ایک مناسبت اور حصولِ علم کا شوق ولگن پیدا ہوئی، آپ کے پاس پڑھنے کے زمانے میں رات بارہ، ایک بجے تک کتابوں کے تکرار اور مطالعے کی عادت پڑی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اَن گنت کمالات اور خوبیوں سے نوازا ہے، آپ کا درس بہت مقبول اور عام فہم ہوتا تھا، ہر طالب علم وسامع کو آپ کے درس سے انتہائی

درجہ تشفّی اور اطمینان قلب ہوتا تھا، آپ کے مزاج میں استقلال اور اعتدال ہے، آپ ذوقِ لطیف اور سادہ نفیس طبیعت کے مالک ہیں، محنت، مجاہدہ، جفاکشی اور اوقات کی حفاظت آپ کا وصف خاص ہے، تضییعِ اوقات اور خواہ مخواہ کی مجلس نشینی سے آپ دور اور نفور ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ عاطفت کو اپنے فیوض و برکات کے ساتھ ہم پر تادیر قائم ودائم رکھے، آمین یارب العالمین۔ فقط والسلام۔

کتبہٗ العبد احمد غفرلہ خانپوری
مورخہ ۲۲ / ذوالقعدۃ الحرام
یوم سہ شنبہ ۱۴۴۱ھ

اس تقریظ سے نیز استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری رحمہ اللہ اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یوسف اسمٰعیل بودھانیا رحمہ اللہ کی وفات پر بہ طورِ تعزیت اپنے رنج وغم و قلبی تأثرات پر مشتمل املاء کرائی ہوئی تحریر کی آخری سُطور سے حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ کو اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد مدظلہ سے قلبی تعلق، عقیدت وعظمت کا اظہار ہوتا ہے، اس کے پیشِ نظر اِس تحریر کو بھی یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست برائے

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ

(سابق صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم دیوبند)

و

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یوسف اسماعیل صاحب بودھانیؒ

(کینیڈا، ٹورنٹو)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ڈابھیل سے احمد خانپوری عرض کر رہا ہوں!

میرے لیے بہت رنج وغم کی بات ہے کہ گذشتہ دو دِنوں میں مختصر وقفے سے میرے دو مشفق اور بہت مہربان اساتذہ -جنہوں نے ہمیشہ میرے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت کا معاملہ کیا- داغِ مفارقت دے گئے۔ ۲۵ / رمضان المبارک کو حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ اور ۲۶ / رمضان المبارک کو حضرت الاستاذ مولانا یوسف اسماعیل صاحب بودھانیا رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اول الذکر سے مختصر المعانی، ابوداود شریف اور نسائی شریف اور ثانی الذکر سے فارسی اول ودوم پڑھنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ان دونوں اساتذہ کی بھرپور مغفرت فرمائے، بال بال مغفرت فرمائے، اپنی رحمتوں ومغفرتوں سے ان کو ڈھانپ لے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی حسنات کو قبول فرمائے، ان

کی سیئات سے درگذر فرمائے۔ان کے شاگردوں اور ان کی اولاد کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، اللہ تعالیٰ ان کے اوپر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔ اللهم اغفر لهما، وارحمهما، واعف عنهما، وعافهما، وأكرم نزلهما. اللهم نقّهما من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس. اللهم أدخلْهما الجنة وأعذهما من عذاب القبر وعذاب النار. اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔آمین یا مجیب الداعین.

میں اپنے تمام اہلِ تعلق، خاص طور پر شاگردوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کے لیے دعائے مغفرت اور مقدور بھر (جتنا آسانی سے ہوسکے) ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔

اب میرے صرف ایک استاذ-جن سے میں نے درجۂ عربی دوم پڑھا- حیات ہیں: حضرت مولانا سید مصلح الدین صاحب بڑودوی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری، تبلیغی مرکز، انگلینڈ، یوکے) دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کے سائے کو تا دیر صحت، قوت اور عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم اور ان کے فیض کو جاری وساری رکھے۔آمین۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

أملاہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ

۲۷/رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

اللہ أکبر اللہ أکبر، اللہ أکبر اللہ أکبر، اللہ أکبر اللہ أکبر، اللہ أکبر اللہ أکبر،

دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست برائے

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

(سابق صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم دیوبند)

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یوسف اسماعیل صاحب بودھانیا رحمۃ اللہ علیہ

(کینیڈا، ٹورنٹو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ڈابھیل سے احمد خانپوری عرض کر رہا ہوں!

میرے لیے بہت رنج وغم کی بات ہے کہ گذشتہ دو دِنوں میں مختصر وقفے سے میرے دو مشفق اور بہت مہربان اساتذہ- جنھوں نے ہمیشہ میرے ساتھ انتہائی شفقت ومحبّت کا معاملہ کیا- داغِ مفارقت دے گئے۔ ۲۵/ رمضان المبارک کو حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ اور ۲۶/ رمضان کو حضرت الاستاذ مولانا یوسف صاحب بودھانیا رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اوّل الذکر سے مختصر المعانی، ابوداؤد شریف اور نسائی شریف اور ثانی الذکر سے فارسی اوّل ودوم پڑھنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ان دونوں اساتذہ کی بھرپور مغفرت فرمائے، بال بال مغفرت فرمائے۔ اپنی رحمتوں ومغفرتوں سے اُن کو ڈھانپ لے۔ جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اُن کی حسنات کو قبول فرماوے۔ اُن کی سیئات سے درگزر فرماوے۔ اُن کے شاگردوں اور اُن کی اولاد کو اُن کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اوپر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے۔ اللّٰھم اغفر لھما، وارحمھما، واعف عنھما، وعافھما، واکرم نزلھما۔ اللّٰھم نقھما من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔ اللّٰھم ادخلھما الجنۃ واعذھما من عذاب القبر وعذاب النار۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین یا مجیب الداعین

میں اپنے تمام اہلِ تعلق، خاص طور پر شاگردوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اُن کے لیے دعائے مغفرت اور مقدور بھر (جتنا آسانی سے ہو سکے) ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

اب میرے صرف ایک استاذ جن سے میں نے درجۂ عربی دوم پڑھا، حیات ہیں- حضرت مولانا سید مصلح الدین صاحب بڑودوی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری تبلیغی مرکز، انگلینڈ، یوکے)، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اُن کے سایے کو تادیر صحت، قوت اور عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قایم اور اُن کے فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُملاہ: العبد احمد خانپوری عفی عنہ

۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

ان ہی کی جماعت ہونی چاہیے:

استاذِ محترم مولانا مصلح الدین احمد صاحب نے مجھ سے فرمایا:

حضرت مفتی احمد خان پوری زیدت معالیہ کے مکتوب گرامی کے اس جملے ''آپ کی تعلیم وتربیت کے نتیجے میں علم کا شوق ولگن پیدا ہوئی، آپ کے پاس پڑھنے کے زمانے میں رات بارہ، ایک بجے تک کتابوں کے تکرار اور مطالعہ کی عادت پڑی۔ الخ......'' پر مجھے ایک بات یاد آ گئی: جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں میری تدریس کے زمانے میں ایک مرتبہ مولانا محمد سعید صاحب بزرگ سملکی رحمہ اللہ اپنے زمانۂ اہتمام میں کسی کام سے ایک مرتبہ رات بارہ بجے اچانک مدرسے پہنچ گئے، پورے مدرسے میں سناٹا تھا، صرف ایک جماعت کے طلبہ تکرار میں مشغول تھے، مرحوم فرماتے تھے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مولانا مصلح الدین احمد صاحب ہی کی زیرِ تدریس جماعت ہونی چاہیے، اور ان ہی کے زیرِ درس کتاب کی یہ تکرار کر رہی ہوگی، قریب جا کر دیکھا تو میرا یہ قیاس وخیال بالکل صحیح ثابت ہوا۔ صبح میں مولانا محمد سعید صاحب نے بہ ذاتِ خود مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا۔

ان کے جانے سے بہت نقصان ہوا:

استاذِ محترم فرماتے ہیں کہ مدرسہ اشرفیہ، راندیر سورت سے دو سال کے بعد مستعفی ہو کر میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کے لیے چلا گیا تھا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صادق راندیری رحمہ اللہ (سابق صدر جمعیۃ علماءِ گجرات) نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت مولانا احمد اشرف راندیری رحمہ اللہ (مہتمم مدرسہ اشرفیہ) کی ایک بات سے مجھے بڑی حیرت اور تعجب ہوا۔ انہوں نے یہ کہا کہ مولانا مصلح الدین احمد صاحب کے جانے سے طلبہ کا بڑا نقصان ہوا،

طلبہ کی تعلیم وتربیت اوران کی اخلاقی نگرانی پران کی کڑی نظرتھی۔

خوش تر آں باشد کہ سرّ دل براں ❁ گفتہ آید در حدیث دیگراں

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی زید مجدہ

(سابق مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وحال شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت)

(ومجاز بیعت برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ شانہ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد!

دنیا دارالمحن ہے، آفات وبلیات، مصائب وموانع اور اسی طرح حسد، بغض، تکبر وجہالت وغیرہ روحانی وجسمانی برائیوں سے محفوظ رہ کر ایمانِ کامل، یقینِ صادق اور خدمتِ خلق کرتے ہوئے حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کو مضبوطی سے تھام کر اپنا ایک مقام پیدا کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں، ’’ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ‘‘، اللہ جل شانہ جس پر فضل وکرم فرمائے ان کو یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء.

جن لوگوں کو یہ سعادت ومقام حاصل ہوا اُن کو ہم اپنے اکابر ومشائخ اور رہنما سمجھتے ہیں، انھوں نے بڑی مشقت ومحنت سے یہ مقام حاصل کیا ہے؛ اس لیے ان کی سوانح حیات یا آپ بیتی ہمارے لیے مشعلِ راہ اور سبق آموز واُسوہ ہوا کرتی ہے، اسی بنا پر اس قسم کے لوگوں کے احوالِ زندگی جہاں سے بھی دستیاب ہوتے ہیں، ان کو حاصل کرکے بڑے شوق ورغبت اور اہتمام سے ان کا مطالعہ کرکے خوشہ چینی کی پوری پوری کوشش کرتا ہوں۔

اس وقت حضرت اقدس الحاج مفتی سید مصلح الدین احمد بروڈوی صاحب کا تذکرہ

مولانا عبدالرؤف صوفی اور مولانا یوسف صوفی صاحبان کے توسط سے موصول ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ اس تذکرے کا مطالعہ کر کے جامع ومرتبِ تذکرہ مولانا یونس بندۂ الٰہی سورتی اور محرکِ تذکرہ مفتی طاہر سورتی صاحبان کو بے اختیار ہدیۂ تبریک پیش کرنے کو جی چاہتا ہے اور جو کام ہم شاگردوں اور خُدام کو کرنا چاہیے تھا، وہ انہوں نے انجام دے کر حضرت والا کا حق ادا کر دیا ہے، ہم ان کے نہایت ممنون وشکرگزار ہیں۔ اللہ جل شانہ دارین میں ان کو بہترین جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت الاستاذ مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب سے وقتاً فوقتاً اکتسابِ فیض اور استفادے کے مواقع میسر ہوتے رہتے ہیں، لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ مجھے حضرت والا سے شرفِ تلمّذ (شاگردی کا شرف) بھی حاصل ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔ اللہ جل شانہ اپنے اساتذہ کے حقوق وآداب کی رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت الاستاذ کے احوالِ زندگی جو اس کتاب میں مذکور ہیں ان کو پڑھ کر تمام قارئین ضرور محظوظ ومسرور ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ احوالِ زندگی کے ذکر میں بڑے اختصار سے کام لیا گیا ہے، مگر خاندانِ رسالت کی شرافت، حضرت مفتی سید شمس الدین رحمہ اللہ کی بزرگی اور تربیت، حضرت مولانا مفتی قمر الدین محمود صاحب اور حضرت مولانا مفتی محی الدین رحمہ اللہ جیسے برادران کا حصول وغیرہ یہ سب خوبیاں حضرت الاستاذ کو میسر ہیں اور اس خاندان کے جمیع افراد ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کے مصداق ہیں۔

ہرفن مولا:

اخیر میں اتنا لکھنے کو جی چاہتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے ایک جم غفیر نے فیض

حاصل کیا ہے اور وہ اپنی اپنی جگہ پر دینی خدمات واحیاءِ سنت کا کام کر رہے ہیں، مگر ایسے بہت ہی کم حضرات ہوں گے جنہوں نے علمِ دین کے تمام اہم شعبوں میں بہ یک وقت کامل دست رس حاصل کی ہو، حدیث میں شیخ الحدیث، فقہ میں مفتی، تفسیر میں مفسرِ وقت، وعظ میں شیریں بیانی، کتابت میں خوش خطی وخوش نویسی، اور روحانی دنیا میں صاحبِ نسبت ہونا وغیرہ اگر کوئی ان کمالات وخوبیوں کا جامع ہو تو یہ اللہ جل شانہ کا اس پر بڑا افضل وکرم ہے، میرے خیال میں حضرت الاستاذ مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب کی شخصیت وذاتِ گرامی ان تمام کمالات وخوبیوں کی جامع ہے۔

ے

لیس على الله بمستنكر
أن يجمع العالم في واحد

اللہ تعالیٰ بہ ایں فیوض وبرکات ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور تادیر ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔ فقط والسلام۔

احقر العباد اسماعیل کچھولوی غفرلہ
۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ
۱۲/ اگست ۲۰۲۰ء بروز بدھ

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

مولانا ایوب بندۂ الٰہی سورتی صاحب زید مجدہ

(استاذ حدیث دار العلوم فلاحِ دارین، ترکیسر، ضلع: سورت، انڈیا و بانی مجلس دعوۃ الحق لیسٹر، یو کے)
(ومجاز بیعت محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ)

باسمہٖ تعالیٰ

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا۔ أما بعد!

عزیز گرامی قدر مفتی محمد طاہر سورتی سلمہ اللہ کی تحریک پر گجرات کے شیوخ الحدیث کا مجموعی تذکرہ شائع ہو رہا ہے، جس میں مخدومِ گرامی قدر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد بڑودوی صاحب مداللہ ظلہ کا وقیع تذکرہ بھی ہے، جس کو تفصیل سے ہمارے بڑے بھائی مرتبِ سوانحِ اکابر محترم مولانا محمد یونس صاحب سورتی نے جمع کیا ہے اور ترتیب دیا ہے۔

یقیناً یہ تذکرہ "إن هذه تذكرة" کا مصداق ہے۔ حضرت مولانا گجرات کے قابلِ فخر نہایت ذی استعداد علما میں سے ہیں، جن کی ساری زندگی پڑھنے پڑھانے اور مدارسِ عربیہ میں طلبہ کی علمی اور عملی تربیت میں گذری۔

حضرت مولانا نے دار العلوم دیوبند میں ایسے دَور میں پڑھا ہے کہ جب وہاں کا ہر فرد آفتاب و ماہتاب تھا، انہوں نے شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جیسے اکابر کا دور پایا اور ان کی زیارت کی، اور ان کے بعد حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب مراد آبادی رحمہ اللہ اور حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ جیسے عباقرۂ اہلِ علم سے استفادہ کیا۔ یقیناً وہ دور دار العلوم کے خیر القرون کا دور ہے اور پھر

ایسے باکمال اساتذہ کا فیض ان کے تلامذہ میں پہنچتا ہی ہے۔

حضرت مولانا نے وہاں کے ہر پھول کا مزہ چکھا، ہر پھول کا رنگ اور اس کی خوش بو جذب کی اور اب اس رنگ وخوشبو کو اتنا پھیلایا کہ ان کے تلامذہ بھی گلہائے سدا بہار بن گئے۔

آپ نے گجرات کے متعدد مدارس میں پڑھایا۔ پھر تقدیرِ الٰہی انہیں مرکز دعوۃ وتبلیغ، ڈیوزبری کے جامعہ تعلیم الاسلام میں لے آئی، جہاں آپ اِس وقت تک تقریباً بائیس برس سے شیخ الحدیث ہیں اور بخاری شریف وترمذی کا درس دے رہے ہیں، جس کی وجہ سے آپ کا فیض نہ صرف برطانیہ؛ بلکہ یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک میں پھیل چکا ہے۔

یہاں ایک بات کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں: الحمدللہ حضرت مولانا کی انگلینڈ تشریف آوری کا ظاہری سبب بھی بھائی صاحب بنے ہیں، ان کے دل میں یہ تقاضا ہوا کہ میں اپنے استاذِ محترم کو ماہِ رمضان میں قیام کی دعوت دوں۔ چناں چہ انہوں نے اس کی کوشش کی اور الحمدللہ مولانا تشریف لائے، مختلف جگہوں پر آپ کے دروسِ قرآن وحدیث کے پروگرام مساجد میں ہوئے۔ پھر دوسرے اور تیسرے سال بھی تشریف آوری ہوئی، ماہِ مبارک میں مساجد میں آپ کے بیانات ہوئے۔ ادھر جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز میں کئی برس سے درجۂ مشکوٰۃ شریف تک تعلیم ہوتی تھی، اور دورۂ حدیث کے لیے ہندو پاک کے مختلف مدارس میں طلبہ کو بھیجا جاتا تھا، اب ارکانِ شوریٰ کو ضرورت محسوس ہوئی کہ یہیں مرکز پر دورۂ حدیث شریف شروع کیا جائے، چناں چہ مرکز کے ذمہ دار حضرات نے گفتگو کی اور حضرت مولانا کی خدمات حاصل کی گئیں۔ الحمدللہ آپ نے نہایت کامیابی سے اس عہدے کو سنبھالا، بلکہ ساتھ ہی ساتھ ایک ادارہ دعوۃ الایمان، بریڈفورڈ میں بھی ایک وقت جاکر بخاری شریف پڑھاتے ہیں۔ حضرت والا کی عمر فی الحال پچاسی (۸۵) کے قریب پہنچ چکی

ہے، اس کے باوجود حوصلے بلند اور محنت و مطالعہ درس و تدریس نیز دیگر معمولات قابلِ رشک ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے فیض کو تا مدتِ مدیدہ عام و تام فرمائے۔

حضرت مولانا کے حسنِ خلق کی ایک بات بتا تا چلوں کہ آپ بھائی صاحب کے اس تعلق کو برابر نبھاتے ہیں، اور ہر سال کسی نہ کسی تعطیل کے موقع پر جب لیسٹر تشریف آوری ہوتی ہے، تو عموماً فجر کی نماز مجلسِ دعوۃ الحق میں ادا فرما کر بھائی صاحب اور اس حقیر سے ملاقات کرتے ہیں۔ ہماری طرف سے یہ تقاضا ہوتا ہے کہ ہمیں پتہ چل جائے کہ آپ تشریف لائے ہیں، تو ہم خود حاضر ہوں؛ مگر اس کی نوبت اب تک نہیں آئی۔

مولانا کے تذکرے کے لیے احقر کا کوئی پیش لفظ لکھنا انتہائی بے ادبی ہے، اگرچہ احقر نے حضرت مولانا سے کوئی کتاب نہیں پڑھی، لیکن میرے کئی اساتذہ آپ کے معاصر ہیں۔ اس طرح آپ بھی میرے اساتذہ کی صف ہی میں ہیں، مگر الأمر فوق الأدب کے پیشِ نظر اس گستاخی کا مرتکب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بڑوں کی قدر پہچاننے کی توفیق دے اور ان سے استفادے کی۔ والسلام

احقر محمد ایوب سورتی عفا اللہ عنہ
خادم مجلس دعوۃ الحق لیسٹر، یو کے
۲۶ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ
۱۶ / اگست ۲۰۲۰ء، یک شنبہ

مدرسہ ہے وطن اپنا:

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدہ

(شیخ الحدیث وموٴسسِ اسلامک دعوۃ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے، انگلینڈ)

(ومجاز بیعت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ)

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

استاذ الاساتذہ والمشائخ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد بڑودوی دامت برکاتہم کا شمار اُن باتوفیق، منتخب اور سعادت مند علما میں ہے، جنہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات مدارس کی چہاردیواری میں رہ کر تعلیم وتعلم اور افادہ واستفادہ میں صرف کردیے۔ مرشدی ومولائی حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ اہلِ نظر کا قول ہے: دو چیزیں کسی انسان کی تعمیرِ سیرت میں بہت ہی دخیل ہیں: ایک خاندان؛ کہ آدمی میں خاندانی اخلاق وعادات موروثی طور پر نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے ہیں، شاید یہی حکمت ہے کہ حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو ہمیشہ اعلیٰ ترین خاندانوں میں مبعوث فرمایا گیا ...... دوسری چیز - جو تعمیرِ شخصیت میں سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے، وہ-: ابتدائی ماحول اور مولد ومنشا ہے۔ جس کے اثرات آدمی کے مزاج میں ہمیشہ کے لیے رَچ بَس جاتے ہیں۔

حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب دامت برکاتہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نعمتیں نصیب فرمائیں: آپ کا تعلق خاندانِ سادات سے ہے اور آپ کی نشو ونما صالح ماحول میں ہوئی۔ پھر فیاضِ ازل کی دستگیری سے آپ نے نوعمری میں حصولِ علم کی راہ میں

قدم رکھا، اور چلتے چلتے بالآخر اساطینِ علم وعمل سے استفادہ کرنے کے لیے دنیا کی شہرۂ آفاق دینی درس گاہ، امّ المدارس، دارالعلوم دیوبند پہنچے، جہاں سے آپ نے اعلیٰ نمبرات سے سندِ فراغ حاصل کی، فراغت کے بعد آپ نے گجرات کے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اُس زمانے میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کرنے والے کئی طلبہ بعد میں جاکر اپنے دور کے نامور اور ممتاز علما ہوئے۔ اب ایک طویل عرصے سے ڈیوزبری تبلیغی مرکز سے منسلک مدرسہ، جامعہ تعلیم الاسلام اور دارالعلوم دعوۃ الایمان بریڈفورڈ دونوں جگہ پوری یکسوئی اور تندہی کے ساتھ بخاری شریف اور دیگر کتبِ حدیث کا درس دے رہے ہیں۔ آپ گویا زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

ہمیں دنیا سے کیا مطلب
مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر
ورق ہوگا کفن اپنا

ایسے سعادت مند حضرات کی زندگیوں اور احوال سے طلبہ وعلما کے طبقے کو دل چسپی ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے، کیوں کہ وہ اپنے اندر نصیحت اور عبرت کے بہت سے نمایاں اور مخفی پہلو لیے ہوئے ہوتے ہیں، جن کے مطالعے سے ایسا گُر ہاتھ لگ جاتا ہے، جس سے سالوں کی منزل مہینوں، ہفتوں، دنوں بلکہ لمحوں میں طے ہوجاتی ہے۔ مقامِ مسرّت ہے کہ محبِ مکرم مفتی طاہر سورتی صاحب مدظلہ کی تحریک اور حضرت مولانا یونس بندۂ الٰہی صاحب مدظلہ کی کاوش سے، حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد دامت برکاتہم کی زندگی کے کچھ احوال قارئین کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا

فرمائے، اس کتاب کو قارئین کے لیے نافع بنائے اور حضرت کا سایہ اُمّت پر فیوض و برکات کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے۔ (آمین)

حضرت مولانا دامت برکاتہم کی زندگی میں بہت سے نمایاں اوصاف اور خصوصیتیں ہیں، ان میں سے دو بہ طورِ خاص قابلِ ذکر ہیں اور قابلِ تقلید بھی: پہلی خصوصیت معاملات کی صفائی اور شریعت کا اہتمام۔ آپ جتنے ظاہر میں نفیس ہیں آپ کے معاملات اس سے بھی زیادہ نفیس ہیں، حضرت اپنے قلبی تعلق اور حسنِ ظن کی وجہ سے اپنے بعض نجی معاملات میں بھی اس روسیاہ کی رائے معلوم کرتے ہیں، بندے نے آپ کو ہمیشہ بہت ہی محتاط اور پابندِ شریعت پایا۔ دوسری خصوصیت تواضع وانکساری ہے۔ آپ تواضع کا مجسمہ ہیں، ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب لاج پوری دامت برکاتہم (خلیفۂ حضرت مولانا مسیح الامّت رحمہ اللہ) کی معیت میں حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب بندے سے ملنے تشریف لائے، بندہ بخاری شریف کا سبق پڑھا رہا تھا، نظر کتاب میں تھی؛ اس دوران حضرت مولانا درس گاہ میں داخل ہو کر طلبہ کے پیچھے بیٹھ گئے، بندہ چند منٹ تک سبق میں مشغول رہا، نظر اٹھانے پر دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں، فوراً سبق بند کر دیا، اپنی جگہ سے اٹھ کر حضرت سے مصافحہ معانقہ کیا اور تدارک کے لیے طلبہ کو قریب بلا لیا اور حضرت سے عرض کیا: آپ ہم سب کو حدیث کی اجازت مرحمت فرمائیں، پس وپیش کے بعد آپ آمادہ ہوئے اور آپ نے اجازت دی۔ جس کی نصف صدی حدیث شریف کی خدمت میں گزری ہو اور جس کے شاگردوں میں اُمّت کے اکابر کا شمار ہو، اُس کا اِس طرح مجھ جیسے ایک طالبِ علم کے درس میں آ کر بیٹھ جانا آپ کی فروتنی اور عجز وانکساری کا بیّن ثبوت ہے۔

یہ روسیاہ اس کتاب پر کچھ لکھنے کی کسی درجے میں بھی اہلیت نہیں رکھتا، اس لیے کہ

حضرت والا مرتبے میں ہر اعتبار سے اس سیاہ کار سے بڑے ہیں، لیکن حضرت مولانا کا بندے کے ساتھ ہمیشہ محبت کا معاملہ رہا ہے اور بندہ آپ کی شفقتوں سے بہرہ ور ہوتا رہا ہے، اس لیے حضرت کے حکم کی تعمیل سے کوئی چارہ نہیں تھا اور مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے پر مجبور ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر کی عمروں میں خوب برکت نصیب کرے، ان کی شفقتوں کا سلسلہ باقی رکھے اور ان سے عالم کو فیض یاب فرمائے۔ (آمین)۔

بندہ محمد سلیم دھورات عفا اللہ عنہ

٢٨/ ذی الحجہ ١٤٤١ھ

١٨/ اگست ٢٠٢٠ء

جہدِ مسلسل:

حضرت مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ

(سابق استاذِ حدیث دارالعلوم بری وحال استاذِ حدیث جامعۃ العلم والہدیٰ، بلیک برن، یوکے، انگلینڈ)

تذکرۂ استاذ الاساتذہ والشیوخ حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی صاحب مدظلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ صاحبِ تذکرہ کے حالات کا مطالعہ نوجوان علما کے لیے بہت مفید ہے۔ ایامِ شباب میں علم کا انہماک اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد اور قربانی کا جذبہ ہمارے تمام ہی اکابر واسلاف کا طرۂ امتیاز رہا ہے، نہ صرف یہ کہ علم کے حصول کے لیے محنت؛ بلکہ اساتذۂ کرام کا ادب واحترام بھی حصولِ علم کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔

کسی بھی کام کی تکمیل کے لیے جُہدِ مسلسل ضروری ہے۔کوئی بھی ذی استعداد طالبِ علم جب اپنی محنت اور جُہدِ مسلسل سے علمی مشغولیت میں مصروف ہوجاتا ہے، تو آہستہ آہستہ وہ اپنے اساتذہ کا مقرب اور منظورِ نظر بن جاتا ہے۔ اس درجے کو حاصل کر لینے کے بعد بھی اس کو جُہدِ مسلسل ترک نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس میں مزید پختگی پیدا کرنی چاہیے۔

علم کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنے اندر اوصافِ حمیدہ کو پیدا کرنے کے لیے بزرگانِ دین سے مضبوط اصلاحی تعلق قائم کرنا اور اپنے اکابر سے اپنے جملہ امور میں مشورہ کرتے رہنا؛ طلبہ کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ صاحبِ تذکرہ کے حالات کے مطالعے سے حضرت کا اپنے مشائخ سے مضبوط تعلق اور اُن کا حضرت پر اعتماد؛ یہ خبر دیتا ہے کہ حضرت ماشاءاللہ بہت متواضع اور منکسر المزاج ہیں، اور اپنے باطنی امور میں اپنے اکابر کے منظورِ نظر ہیں۔

ایامِ شباب میں حرمین حاضری کے موقع پر اپنے اوقات کا صحیح استعمال اور روزانہ بیس پچیس طواف اور ایک ختمِ قرآن؛ حضرت کے عبادات میں ذوق وشوق اور انہماک کی خبر دیتا ہے۔ کاش ہمارے نوجوان علما؛ اکابر اور مشائخ کی سوانح کے مطالعے کو اپنا معمول بنالیں اور ان کی نیک خصلتوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ صرف علم ہی نجات کے لیے کافی نہیں، بلکہ علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور عمل پر اُبھارنے والے اعمال میں سے ایک عمل مشائخ کی سوانح کا مطالعہ بھی ہے۔

شبیر احمد

۲۹ / ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ

۱۹ / اگست ۲۰۲۰ء بدھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین بڑودوی مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے، انگلینڈ) کے حالات قلم بند کرنے سے پہلے اُن کے والد صاحب رحمہ اللہ اور خاندانی حالات کا تذکرہ بہ طورتعارف وتمہید مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی رحمۃ اللہ علیہ

(سابق ناظم اعلیٰ اصلاح المسلمین بڑودہ وجمعیۃ علماء، صوبہ گجرات، انڈیا)

اسم گرامی:

آپ کا اسم گرامی شمس الدین، آپ کے والد کا نام بدرالدین اور دادا کا نام بہاء الدین ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین بڑودوی صاحب گجرات، انڈیا کے مشہور اور جید علماءِ کرام میں سے تھے۔

وطن:

آپ کا وطن شہر بڑودہ، گجرات، انڈیا ہے۔

خاندان:

آپ خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کا خاندان گیارہویں صدی ہجری

میں بڑودہ آیا۔اور چھٹی پشت میں آپ کے جدامجد سید بہاء الدین سب سے پہلے بڑودہ آکر آباد ہوئے۔اس سے پہلے آپ کا خاندان احمد آباد میں تھا۔

آپ کے دادا سید بہاء الدین بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے،جس کی وجہ سے گھر کے ماحول میں تدیُّن وتقویٰ غالب تھا،اسی ماحول کا اثر آپ کی طبیعت میں بھی فطری طور پر تھا۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۱۹۰۲ء میں بڑودہ شہر میں ہوئی۔

ابتدائی دینی تعلیم:

آپ کی ابتدائی تعلیم بڑودہ شہر میں ہوئی۔گجراتی تعلیم کے بعد آپ نے انگریزی تعلیم شروع کردی۔مزاج میں بچپن ہی سے شرافت اور تدیُّن غالب ہونے کی وجہ سے طبیعت کا میلان دینی تعلیم کی طرف تھا،اس لیے انگریزی تعلیم کے ساتھ مولانا نے ازخود اپنے طور پر قرآن کریم حفظ کرنا بھی شروع کردیا،اور تقریباً انیس پارے حفظ کرچکے تھے۔

من الظلمات إلی النور:

جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندے کو نوازنا چاہتے ہیں،اور اس سے اپنے دینِ حنیف کی خدمت لینا چاہتے ہیں،تو غیب سے اس کے اسباب وشکلیں بھی پیدا فرمادیتے ہیں۔

......اور وار کارگر ہوا:

صورتِ حال یہ پیش آئی کہ حضرت مولانا بچپن میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے

کے زمانے میں کسی جگہ کا سفر کر رہے تھے، دورانِ سفر ٹرین میں کسی نے مولانا سے ان کا نام دریافت کیا، نیز والد اور دادا کا نام بھی دریافت کیا، مولانا نے اپنے والد اور دادا کا نام بتلایا، پھر اس شخص نے دریافت کیا کہ صاحبزادے! تم کیا پڑھتے ہو؟ مولانا نے جواب دیا: انگریزی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر اس شخص نے ناگواری کے انداز میں کہا: اچھا! ایسے بزرگوں کی اولاد ہو کر انگریزی تعلیم حاصل کرتے ہو؟ افسوس کی بات ہے! اس شخص کے اس جملے سے مولانا کے قلب پر سخت چوٹ لگی، اور یہی جملہ ان کی زندگی میں انقلاب کا ذریعہ ثابت ہوا۔

آپ کے حالاتِ زندگی پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کے ہاتھوں اپنے دین متین کی خدمت لینا منظور تھا، اور آپ کے دست حق پرست پر گم کردہ راہ اقوام کی ہدایت مقدر تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت کو دنیوی تعلیم سے بیزار کرنے اور ان میں تحصیلِ علمِ دین کا جذبہ پیدا ہونے کے لیے ایک سبب مہیّا کر دیا۔ خوابیدہ غیرت کو بیدار کرنے والا یہ جملہ کہنے والے بھلے مانس کو اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے، جس نے ایک ہی جملے میں ایک عامی انسان کو عالمِ باکمال بنا دیا۔ سچ ہے کہ ع

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی
مرا با جانِ جاں ہم راز کردی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے انسان کی کایا بھی تو ایسے ہی ایک جملے سے پلٹی تھی۔

الغرض! انہوں نے اسی وقت انگریزی تعلیم چھوڑ کر دینی تعلیم حاصل کرنے کا قطعی اور حتمی فیصلہ کر لیا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق:

گھر واپس آکر اپنے والد صاحب سے اظہارِ خیال کیا، انہوں نے فرمایا: ''اچھا! سال پورا کر لے، یوں بیچ میں تعلیم چھوڑنا اچھا نہیں، پھر مدرسے چلے جانا۔'' مگر حضرت مولانا قطعی فیصلہ کر چکے تھے، اس لیے عذر خواہی کی۔ والد صاحب نے کچھ سختی بھی کی؛ مگر مولانا نے فرمایا: ''اب یہ قدم کسی طرح بھی اسکول کی طرف نہیں چلیں گے، میں تو اب پڑھنے ہی جاؤں گا۔'' بہ قول اقبال ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق ❁ عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

مولانا رحمہ اللہ کی بے خودی اور تحصیلِ علمِ دین کی یہ وارفتگی دیکھ کر بہ خوشی اجازت دیتے ہوئے والد صاحب نے دریافت کیا: کہاں جاؤ گے؟ مولانا رحمہ اللہ کے کان میں کہیں سے مدرسہ اشرفیہ، راندیر، سورت کا نام پڑ چکا تھا، اس لیے انہوں نے جواب دیا کہ میں مدرسہ اشرفیہ، راندیر میں پڑھنے کے لیے جاؤں گا۔

حضرت مولانا کے والد صاحب کی اقتصادی حالت اچھی نہیں تھی، آپ کی والدہ نے ایک گٹھری میں دو جوڑا کپڑے اور باجرے کی روٹی باندھ دی، اور صرف سورت اسٹیشن تک کے کرایے کا انتظام ہو سکا۔

سورت کا ٹکٹ لے کر روانہ ہو گئے، سورت اسٹیشن تک تو پہنچ گئے، لیکن راندیر جانے کے لیے کرایہ نہ دارد، چار و ناچار پیدل ہی روانہ ہو گئے، اور نمازِ مغرب سے قبل راندیر کی کسی مسجد میں پہنچ کر وہاں کے مؤذن سے مدرسہ اشرفیہ کا پتہ معلوم کیا، اس نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے اور کیوں آئے ہو؟ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اپنا نام و پتہ اور آنے کی

غرض وغایت بیان کی۔ مؤذن نے کہا کہ دیکھو اب تو شام ہوچکی ہے، مدرسے میں داخلہ وغیرہ تو صبح میں ہی ہوسکے گا، تم اطمینان سے میرے پاس اسی مسجد میں قیام کرلو، میرے ساتھ ہی کھانا کھالو، صبح کو مدرسہ چلے جانا۔

چناں چہ مولانا نے اسی مسجد میں رات کو قیام فرمایا، اور نمازِ فجر کے بعد مدرسہ اشرفیہ کی تلاش میں چل پڑے۔

مطمئن رہو، داخلہ ہوجائے گا:

اُس زمانے میں جامعہ حسینیہ، راندیر کا عہدِ طفلی چل رہا تھا، اور وہ اپنے ابتدائی مرحلے میں محلہ بالا پیر میں ہوا کرتا تھا، ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہ وہاں پہنچے، دو تین طالب علموں نے ان کو دیکھ کر اندر بلایا، یہ مدرسے کے اندر گئے، طلبہ نے ان سے آنے کی وجہ پوچھی، مولانا نے مقصدِ سفر بتایا۔ طلبہ نے کہا کہ ٹھہرو! ابھی کچھ ہی دیر میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب تشریف لائیں گے، مطمئن رہو، تمہارا داخلہ ہوجائے گا۔

مولانا محمد حسین صاحب سے آمنا سامنا:

مگر مولانا نے مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے بورڈ پر ''جامعہ حسینیہ'' دیکھ لیا تھا؛ اور سمجھ گئے تھے کہ یہ مطلوب ومعروف مدرسہ نہیں، اس لیے مولانا وہاں سے نکل گئے؛ مگر عجیب اتفاق کہ حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ (بانی جامعہ حسینیہ) سامنے سے تشریف لا رہے تھے۔

مولانا تو اُن کو کیا جانتے؟ مگر مولانا محمد حسین صاحب نے تاڑ لیا، اور ان کو راستے ہی میں روک کر فرمایا: تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں آیا ہے؟ مولانا شمس الدین

صاحب رحمہ اللہ کے جوابات کے بعد انہوں نے مولانا کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میرے ساتھ چل، اور اپنے ہمراہ جامعہ حسینیہ میں لے آئے۔

اس وقت مدرسے میں صرف سترہ طلبہ تھے۔

مولانا محمد حسین صاحب: کچھ قرآن شریف وغیرہ بھی پڑھا ہے؟

مولانا: جی ہاں! انّیس پارے حفظ کر چکا ہوں۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ نے اس طالب علم کو ایک قرآنِ مجید عطا کر کے فرمایا: جا! سامنے پڑھنے کے لیے بیٹھ جا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اس وقت جامعہ حسینیہ میں درجۂ حفظ میں احقر تنہا ایک طالب علم تھا، حفظ کی تکمیل کے بعد حضرت نے جامعہ حسینیہ ہی میں دیگر کتبِ درسیہ کی تعلیم جاری رکھی، اور دورانِ طالبِ علمی اپنی ذہانت وذکاوت، محنت وجفاکشی، خوش اخلاقی اور سلامتیِ طبع وغیرہ اوصاف ومحاسن کی بہ دولت تمام اساتذۂ کرام؛ خصوصاً بانیِ جامعہ حسینیہ حضرت مولانا محمد حسین صاحب راندیری رحمہ اللہ کا دل جیت لیا، اور ان کی خصوصی عنایات وتوجہات، التفات وشفقات کا مرکز بن گئے۔

رسمی تکمیل:

اور بڑی محنت وجاں فشانی کے ساتھ از اوّل تا آخر درسِ نظامی کی تکمیل کر کے ۱۳۴۱ھ میں جامعہ حسینیہ سے سندِ تکمیل ودستارِ فضیلت حاصل کی۔

جامعہ میں بہ حیثیت مدرس:

فراغت کے بعد آپ کو جامعہ ہی میں مدرس رکھ لیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد مولانا محمد حسین

صاحب رحمہ اللہ کے ایماء پر آپ تدریسی خدمات کے لیے جنوبی افریقہ تشریف لے گئے۔

سفر افریقہ اور تعلیمی واصلاحی خدمات:

قیامِ افریقہ کے دوران آپ نے نہ صرف امامت ومکتب میں خدمات انجام دیں، بلکہ ساتھ ہی ساتھ ترویج واشاعتِ سنت، ردِّ بدعات، علماءِ دیوبند کا تعارف، ان کے مسلکِ حق کی کما حقہ ترجمانی اور فرقِ باطلہ؛ خصوصاً قادیانیت کی سرکوبی وغیرہ خدمات میں بھی بڑی مستعدی، دل چسپی اور جفاکشی کے ساتھ حصہ لیا۔

آپ کا وہاں قیام تین سال رہا۔ آپ کے مزاج میں سادگی، سلامتی اور اسلاف کے طرزِ عمل سے وابستگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جدّت پسندی، فحّاشی اور عریانی وغیرہ سے آپ فطرۃً بے حد دور ونفور واقع ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہوئی کہ افریقہ کے قیام کے دوران آپ کی طبیعت وہاں کے ماحول سے ہمیشہ اُچاٹ ہی رہی، آپ ہمیشہ ذہنی وطبعی کوفت محسوس کرتے رہے۔ ناچار وہاں سے دل برداشتہ ہوکر آپ نے واپسی کا رختِ سفر باندھا، اور اپنے وطن تشریف لے آئے۔

دوبارہ جامعہ میں:

افریقہ سے واپسی کے بعد آپ جامعہ حسینیہ میں افتاء کی خدمت کے ساتھ ساتھ تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے، جو محرم ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۶۳ھ تک جاری رہیں۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں:

۱۳۶۵ھ میں آپ جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل منتقل ہو گئے، اور ۱۳۶۷ھ تک وہاں

مدرس رہے۔اس زمانے میں حضرت مفتی اسمٰعیل صاحب بسم اللہ رحمہ اللہ جامعہ کے مہتمم تھے۔

طرزِ تدریس، وجامعیت:

دونوں جگہ نحو،صرف، منطق،تفسیر،تاریخ، ادب، فقہ اور اصولِ فقہ وغیرہ مختلف علوم وفنون کی مختلف کتابیں حضرت مولانا رحمہ اللہ کے زیرِ درس رہیں۔

آپ کے تلامذہ کی شہادت ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کا درس نہایت جامع مانع ہوا کرتا تھا، زیرِ بحث مسئلے کے تمام پہلوؤں اور گوشوں پر آپ مدلل ومختصر گفتگو فرماتے۔آپ کے درس کی یہ خوبی تھی کہ اگر طالب علم محنت سے کسی بھی فن کی کوئی کتاب آپ سے پڑھ لیتا، تو اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے اسے فن سے مناسبت ہو جاتی۔

بیعت وتزکیۂ نفس:

حضرت مولانا علوم کی رسمی تکمیل کے بعد ہی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر حضرت رحمہ اللہ کے قیامِ سِلہٹ کے زمانے میں بیعت ہو چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا؛ جب ابھی حضرت مدنی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند تشریف نہیں لائے تھے،تب سے تا آخرِ حیات حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ والہانہ تعلق رہا۔قیامِ سِلہٹ کے زمانے میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ سِلہٹ میں رمضان شریف گزارا کرتے تھے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ عشق کی حد تک محبت تھی۔ایک مرتبہ مکہ معظّمہ میں محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ایک ہی مجلس میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے تین مرتبہ یہ جملہ فرمایا:”جی ہاں! حضرت مولانا کو حضرت مدنی رحمہ اللہ سے عشق کی حد تک محبت تھی۔“اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کو بھی مولانا رحمہ اللہ سے قلبی تعلق تھا۔یہی وجہ تھی کہ مولانا کا ہمیشہ

خیال فرماتے، اور حتی الامکان مولانا کی کسی گزارش کو نامنظور نہیں فرماتے تھے۔

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کی اپنے شیخ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے اوراد و وظائف اور معمولات کے سلسلے کی مکاتبت رہی۔ وہ خطوط حضرت کے صاحبزادگان کے پاس محفوظ ہیں، جن میں سے چند سوانح مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ میں نقل کیے گئے ہیں۔

تصنیف وتالیف:

(ا) **گجراتی ترجمۂ قرآن مجید:** گجراتی زبان میں آپ کا سب سے اہم تصنیفی کارنامہ قرآنِ مجید کا گجراتی میں ترجمہ ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا اردو ترجمۂ قرآن جو اُن کے اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے فوائد وحواشی سے مزین ہے، حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ نے اس کا گجراتی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

اس کی تائید حضرت مولانا محمد مالک بن حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی رحمہما اللہ کی بات سے بھی ہوتی ہے۔ آپ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل میں حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے دورِ اہتمام میں تفسیر وحدیث کے مدرس رہ چکے ہیں۔

حضرت مولانا موصوف ۱۹۸۸ء میں ایک ہفتے کے دورے پر پاکستان سے انگلینڈ تشریف لائے تھے، لندن میں ایک جگہ قیام تھا، خبر پاتے ہی بندہ راقم الحروف اور مولانا منور حسین صاحب سورتی (خطیب جامع مسجد بالھم، لندن) حضرت کی قیام گاہ پر پہنچے، اس وقت اور بھی علما حاضر تھے، ہمارا تعارف ہوا، دورانِ گفتگو مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ کا ذکر خیر آ گیا، تو حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا ہمارے زمانے میں جامعہ ڈابھیل میں مدرس تھے، اور اُسی زمانے میں گجراتی ترجمۂ قرآن کریم کا کام کر رہے تھے، میرا تو پاکستان

جانا ہوگیا، اس لیے معلوم نہ ہوسکا کہ وہ ترجمہ پھر شائع ہوا یا نہیں؟ اس پر حاضرینِ مجلس نے کہا کہ وہ گجراتی ترجمہ تو ایک طویل زمانے سے شائع ہو چکا ہے اور اس کو اللہ جلّ شانہ نے بڑی قبولیت عطا فرمائی ہے۔

نوٹ: حضرت مولانا کے قلم سے لکھا ہوا مکمل قرآنِ کریم کے گجراتی ترجمہ کا مسودہ ان کی اولاد کے پاس الحمدللہ محفوظ ہے۔ جو شخص دیکھنا چاہے آج بھی دیکھ کر اطمینان حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت مولانا یعقوب اسمعیل منشی القاسمی مدظلہ (سابق مدرس جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ومقیم حال ڈیوزبری، یوکے) نے دورانِ تذکرہ فرمایا: ایک مرتبہ بڑودہ حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ کے دولت کدے پر اُن کے صاحبزادوں سے قدیمی تعلق و روابط کی بنا پر جانا ہوا، تو میں نے حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے لکھا ہوا پورے قرآنِ کریم کا گجراتی ترجمہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مولانا کی تحریر بہت صاف، شستہ اور عمدہ تھی۔ فرمایا کہ دار العلوم اشرفیہ، راندیر، سورت میں ہمارے طالبِ علمی کے زمانے میں مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ گجراتی ترجمۂ قرآن کی نسبت سے راندیر حضرت مولانا عبد الرحیم صادق صاحب رحمہ اللہ کے یہاں بار بار تشریف لاتے تھے، اور طباعت کے سلسلے میں ان کے ساتھ سورت پریس وغیرہ میں آمدورفت کرتے اور پروف پر نظرِ ثانی کر کے اصلاح فرمایا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا قرائن وشواہد سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ اصل مترجم حضرت مفتی سیّد شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ ہیں۔ بے شک مترجم کی حیثیت سے فی الحال نام مولانا عبدالرحیم صادق

صاحب رحمہ اللہ کا ہے، لیکن کام حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی صاحب رحمہ اللہ کا ہے۔

(۲) **معجزاتِ خیر البشر اور کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم:** احادیث وسِیَرُ کی معتبر ومستند کتابوں سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامات کے موضوع پر یہ دو رسالے بھی تصنیف فرمائے۔

رسائل وکتب کے گجراتی تراجم:

اس کے علاوہ چند رسائل وکتب کا آپ نے گجراتی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ مثلاً:

''اسلام کیا ہے؟'' (از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ) ''مختصر سیرتِ نبوی'' (از: حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ)۔

قادیانی کفر توڑ:

افریقہ کے قیام کے زمانے میں جب وہاں قادیانی فتنہ شدت اختیار کر گیا، تو اس موقع پر آپ نے یہ کتاب لکھی تھی۔ اب اس کا صرف پہلا حصہ ہی محفوظ ہے، بقیہ حصوں کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

فتاویٰ:

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ حسینیہ، راندیر میں تدریس کے ساتھ افتاء کی خدمت بھی انجام دی ہے۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو قوتِ تحقیق، استنباط اور تعمقِ نظر کی صلاحیتوں سے بہرہ وَر فرمایا تھا۔

نمونے کے طور پر آپ کا ایک فتویٰ آپ کی سوانح میں نقل کیا گیا ہے، جو مفصل

ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت جامع، مدلل اور تشفی بخش بھی ہے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ تحقیق اور استنباط کے جس ملکے سے نوازا تھا، اس کا آئینہ دار بھی۔

عکسِ مکتوب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ۔

سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند۔ یوپی۔ انڈیا۔

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ مرا نوازش نامہ مع قاعدہ باعث سرافرازی ہوا۔ ماشاء اللہ قاعدہ نہایت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور خلق اللہ کو اس سے نفع بخشے آمین صاحبزادہ (قمر الدین محمود) سلمہ اللہ تعالیٰ و وفقہ لما یحبہ و یرضاہ کے تولد سے بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک و مسعود طویل العمر صاحب علم و اقبال کرے آمین۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کردیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲ - جمادی الاولیٰ ۷۵ھ

"وضاحتی نوٹ:

حضرت مدنی قدس سرہ کے مذکورہ بالا جوابی گرامی نامہ کا پس منظر یہ ہے کہ پہلے کسی زمانہ میں عام طور پر بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم کے لئے بغدادی قاعدہ رائج تھا چنانچہ اب بھی بہت سی جگہوں پر رائج ہے۔ بچوں کو حروف تہجی کی مختلف شکلیں ذہن نشین کرانے اور کم سے کم وقت میں بچوں کے اندر قرآن کریم پڑھنے کی صلاحیت واستعداد پیدا کرنے کے لئے سہل اور نئے انداز سے کوئی قاعدہ مرتب کرنے کی سخت ضرورت تھی، چنانچہ حضرت مفتی سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی زیدت معالیہ، شیخ الحدیث جامعۃ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز۔ یوکے۔ انگلینڈ، کے والد محترم حضرت مفتی سید شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ضرورت کو محسوس فرما کر ایک قاعدہ "احسن القواعد" کے نام سے مرتب فرمایا جو اپنے نام کی طرح رائج الوقت تمام قاعدوں میں اپنی خوبیوں کے اعتبار سے سب سے بہتر اور اپنی خصوصیات وامتیازات میں یگانہ ومنفرد ہے "احسن القواعد" میں منجملہ دیگر خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ حضرت مولاناؒ نے قاعدہ مرتب کرنے میں از اول تا آخر قرآن کریم کے کلموں اور جملوں کا نہایت اہتمام والتزام فرمایا ہے۔ یہ قاعدہ مرتب کر کے حضرت مولاناؒ نے اس کو حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں بہ غرضِ ملاحظہ بھیجا اور اس قاعدہ کی عند اللہ قبولیت اور خلائق کے لئے نافع ومفید تر ثابت ہونے کی دعاء کی غرض سے ایک خط الگ سے تحریر کر کے ارسالِ خدمت کیا جس میں ضمناً اپنے یہاں ایک بچہ (مفتی سید قمر الدین محمود زید مجدہ۔ ناظم اعلیٰ اصلاح المسلمین۔ بڑودہ۔ وشیخ الحدیث دار العلوم بڑودہ۔ تاندلجہ۔ گجرات۔ انڈیا۔) کی ولادت کی اطلاع بھی دی گئی تھی۔ چنانچہ اس خط کے جواب میں حضرت مدنی ؒ نے اپنے دست مبارک سے یہ جواب تحریر کیا ہے،

حضرت مولاناؒ کے خلوص وللّٰہیت اور حضرت مدنی قدس سرہ کی اس دعاء کی برکت سے اس قاعدہ کو بے حد قبولیت وافادیت نصیب ہوئی، چنانچہ یہ قاعدہ "احسن القواعد" ہندو بیرونِ ہند، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ، کینیڈا، امریکہ، باربوڈس، فجی وغیرہ اکثر ممالک کے مکاتب میں داخلِ نصاب ہے اور امت مسلمہ کے لاکھوں بچے اس سے فیضیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ بہت سے علماء وصلحاء اور اخیار امت کی ابتدائی دینی تعلیم کے نقطہ آغاز ہونے کا شرف اس قاعدہ کو حاصل ہے

"احسن القواعد" قواعدِ فنِ تجوید وقراءت کی روشنی میں:

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "احسن القواعد" کا ہر سبق اظہار۔ ادغام۔ قلب۔ مد متصل ومنفصل۔ وقف وغیرہ فنِ تجوید وقراءت کے قواعد وضوابط میں سے کسی نہ کسی قاعدہ سے ماخوذ ہے اور اسی پر مبنی ہے، اور اس قاعدہ کی اجراء ومشق کے طور پر ہر ہر سبق مرتب کیا گیا ہے۔ اگرچہ حروفِ تہجی خواں بچوں کی سہولت اور ان کے اذہان کی رعایت کے پیش نظر وہ قاعدہ فنِ تجوید وقراءت کے اصطلاحی انداز والفاظ میں لکھا نہیں گیا۔

"احسن القواعد" کے منظر عام پر آنے کے بعد ماضی قریب میں قدرے تغیر وتبدل کے ساتھ مختلف ناموں سے وجود پذیر ہونے والے تمام دوسرے قاعدوں کا مأخذ ومبنیٰ یہی احسن القواعد ہے

حق تعالیٰ شانہ "احسن القواعد" کو قبول ودوام عطا کر کے اس کے نفع وفیض کو عام وتام فرمائے۔ "این دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد"

والسلام مع الاحترام

’’احسن القواعد‘‘ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کی دعا:

مکتوبِ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قُدّس سِرُّہ

سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند، یوپی، انڈیا

محترم المقام زید مجدکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف، والا نامہ معہ قاعدہ باعث سرفرازی ہوا۔ ماشاء اللہ قاعدہ نہایت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور خلق اللہ کو اس سے نفع بخشے۔ آمین۔ صاحبزادہ (قمر الدین محمود) سلمہ اللہ تعالیٰ ووفقہ لما یحبہ ویرضیٰ کے تولد سے بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک ومسعود، طویل العمر، صاحبِ علم واقبال کرے۔ آمین۔ دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ واقفین پرسانِ حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲ / جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ

وضاحتی نوٹ

حضرت مدنی قدس سرہ کے مذکورہ بالا جوابی گرامی نامے کا پس منظر یہ ہے کہ پہلے کسی زمانے میں عام طور پر بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم کے لیے بغدادی قاعدہ رائج تھا، جواب بھی بہت سی جگہوں پر رائج ہے۔ بچوں کو حروفِ تہجی کی مختلف شکلیں ذہن نشین کرانے، اور کم سے کم وقت میں بچوں میں قرآنِ کریم پڑھنے کی صلاحیت واستعداد پیدا کرنے کے لیے، سہل اور نئے انداز سے کوئی قاعدہ مرتب کرنے کی سخت ضرورت تھی، چناں چہ حضرت مفتی سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی زیدت معالیہ (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے، انگلینڈ) کے

والدِ محترم حضرت مفتی سید شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ نے اس ضرورت کو محسوس فرما کر ایک قاعدہ ''احسن القواعد'' کے نام سے مرتب فرمایا۔ جو اپنے نام کی طرح رائج الوقت تمام قاعدوں میں اپنی خوبیوں کے اعتبار سے سب سے بہتر اور اپنی خصوصیات وامتیازات میں یگانہ ومنفرد ہے۔ ''احسن القواعد'' میں منجملہ دیگر خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے قاعدہ مرتب کرنے میں از اول تا آخر قرآنِ کریم کے کلموں اور جملوں کا نہایت اہتمام والتزام فرمایا ہے۔ یہ قاعدہ مرتب کر کے حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اس کو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں بہ غرضِ ملاحظہ بھیجا اور اس قاعدے کی عنداللہ قبولیت اور خلائق کے لیے نافع ومفید تر ثابت ہونے کی دعا کی غرض سے، ایک خط الگ سے تحریر کر کے ارسالِ خدمت کیا۔ جس میں ضمناً اپنے یہاں ایک بچے (مفتی سید قمر الدین محمود زید مجدہ، ناظمِ اعلیٰ اصلاح المسلمین، بڑودہ، وشیخ الحدیث دارالعلوم بڑودہ، تاندلجہ، گجرات، انڈیا) کی ولادت کی اطلاع بھی دی تھی۔ چناں چہ اس خط کے جواب میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اپنے دستِ مبارک سے یہ جواب تحریر کیا ہے۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ کے خلوص وللّٰہیت اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اس دعا کی برکت سے اس قاعدے کو بے حد قبولیت وافادیت نصیب ہوئی۔ چناں چہ یہ قاعدہ ''احسن القواعد'' ہندوبیرونِ ہند، ساؤتھ افریقہ، انگلینڈ، کینیڈا، امریکہ، بارباڈوس، فیجی وغیرہ اکثر ممالک کے مکاتب میں داخلِ نصاب ہے۔ امتِ مسلمہ کے لاکھوں بچے اس سے فیض یاب ہوئے اور ہورہے ہیں۔ بہت سے علما وصلحا اور اخیارِ امت کی ابتدائی دینی تعلیم کے نقطۂ آغاز ہونے کا شرف اس قاعدے کو حاصل ہے۔

”احسن القواعد“ قواعدِ فنِ تجوید وقراءت کی روشنی میں:

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ”احسن القواعد“ کا ہر سبق اظہار، ادغام، قلب، مدمتصل ومنفصل، وقف وغیرہ فنِ تجوید وقراءت کے قواعد وضوابط میں سے کسی نہ کسی قاعدے سے ماخوذ اور اسی پر مبنی ہے۔ اور اس قاعدے کے اجراء ومشق کے طور پر ہر ہر سبق مرتب کیا گیا ہے، اگرچہ حروفِ تہجی خواں بچوں کی سہولت اور ان کے اذہان کی رعایت کے پیشِ نظر وہ قاعدہ فنِ تجوید وقراءت کے اصطلاحی انداز والفاظ میں نہیں لکھا گیا۔

”احسن القواعد“ کے منظرِ عام پر آنے کے بعد، ماضی قریب میں قدرے تغیر وتبدل کے ساتھ مختلف ناموں سے وجود پذیر ہونے والے تمام دوسرے قاعدوں کا ماخذ ومبنیٰ یہی احسن القواعد ہے۔

حق تعالیٰ شانہ ”احسن القواعد“ کو قبول ودوام عطا کر کے اس کے نفع وفیض کو عام وتام فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

والسلام مع الاحترام

مختلف دینی وملی خدمات:

اس کے علاوہ بھی ساری عمر مختلف دینی وملی خدمات انجام دیتے رہے۔

حضرت مفتی سید مہدی حسن سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سید یوسف بنوری (جو اس زمانے میں سملک، انڈیا میں مقیم تھے) اور حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہم اللہ؛ ان تینوں حضرات نے جمعیۃ علماء صوبہ گجرات قائم کی۔ حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ تاحیات جمعیۃ علماء صوبۂ گجرات کے ناظم اعلیٰ رہے۔

’’اصلاح المسلمین‘‘ بڑودہ:

صوبۂ گجرات میں ایک قوم ’’مولائے اسلام گراسیہ‘‘ تقریباً دو لاکھ کی تعداد میں آباد ہے۔ ان کی اکثر آبادی بڑودہ اور کھیڑا ضلع میں ہے۔ یہ لوگ پہلے راجپوت تھے، تقریباً پانچ سو سال قبل ان کے آباء واجداد نے اسلام قبول کیا تھا، بدقسمتی سے دینی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے اُن کا رہن سہن، بودو باش اور طرزِ زندگی ہندوانہ ہی رہا، ہندوانہ تہوار بھی مناتے تھے، بس نام کے مسلمان تھے۔

۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۶ء میں ان کو آریہ سماج اور دوسری ہندو احیا پرست جماعتوں نے مرتد بنانے کی کوشش کی تھی؛ لیکن علماءِ کرام کی بروقت اور فوری توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش ناکام فرمادی۔

آزادیِ ہند کے بعد ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء میں فرقہ پرست طاقتیں منظم انداز میں پہلے سے بھی زیادہ مؤثر طریقے سے مسلمانوں کو مذہب سے برگشتہ، دین سے بیزار کرنے اور مرتد بنانے کے لیے سرگرمِ عمل ہوئیں، اور خفیہ طریقے سے ذہن سازی کرتی رہیں۔ پھر انھوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت منظم طریقے سے مختلف اجتماعات طے کیے؛ تاکہ لوگ برملا اسلام چھوڑنے کا اعلان کرسکیں، اسی طرح کے ایک اجتماع کا باقاعدہ اعلان کیا گیا۔

اس اعلان کی خبر سنتے ہی حضرت مولانا مفتی سید شمس الدین صاحب رحمہ اللہ اپنے رفقاءِ کار کے ساتھ میدانِ عمل میں آئے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو اس فتنے سے مطلع کرکے گجرات کے متعدد علماءِ کرام اور ذمہ داران کے تعاون سے فوری طور پر اس اجتماع کے سدِّ باب کی ہر ممکن کوشش کی، اور الحمدللہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

آئندہ کے سدِ باب، اورلوگوں میں مذہبی شعور بیدار کرنے کے لیے دینی تعلیم وتربیت اور اصلاحِ معاشرہ کی شکلوں پر غور وفکر ہوتا رہا، بالآخر ایک مستقل ادارہ بہ نام ’’اصلاح المسلمین‘‘ قائم ہوا۔ جس کے تحت جگہ جگہ مدارس ومکاتب قائم کیے گئے، خستہ وبوسیدہ مساجد کی مرمت کی گئی، کئی نئی مساجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا، عمر رسیدہ حضرات کی تعلیم کے لیے شبینہ مدارس کا قیام عمل میں آیا، دوتین مبلغ رکھے گئے، کنوؤں اور بورنگ کے انتظامات کیے گئے۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ تاحینِ حیات بڑی جفاکشی اور مجاہدات کے ساتھ دیہاتوں اورقصبات کا سفر کر کے اصلاح المسلمین کے امورانجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مولانا عبدالرحیم صاحب بورسدی رحمہ اللہ ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مولانا بورسدی رحمہ اللہ کی مکمل معذوری کے بعد ذمہ دارا کابر علما نے باصرار مولانا بڑودوی رحمہ اللہ کے تیسرے نمبر کے صاحبزادے حضرت مولانا قمرالدین محمود صاحب کو اصلاح المسلمین کی مکمل ذمہ داری سپرد کر دی، جس کو انھوں نے احسن طریقے سے نبھایا، کام کو پھیلایا اور ترقی دی۔ مزید برآں اللہ رب العزت نے آپ کو یہ بھی شرف عطا فرمایا کہ آپ ۱۴۳۶ھ سے دارالعلوم بڑودہ کے شیخ الحدیث ہیں، اور درسِ بخاری کا سلسلہ الحمدللہ تادمِ تحریر جاری ہے۔ حفظہ اللہ من کل سوءٍ وشر.

بڑودہ شہر میں دارالعلوم کے قیام کی تمنا اور جدو جہد:

حضرت مولانا رحمہ اللہ ’’اصلاح المسلمین‘‘ کی مصروفیات اور دیگر دینی مشاغل و مصروفیات میں انہماک کی بنا پر خود تو کسی عربی مدرسے کی بنیاد نہ ڈال سکے؛ لیکن آپ کے قلبِ مبارک میں اس کا خیال ضرور تھا۔ چناں چہ آپ نے ۲۶ / ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ کو اُس

وقت کے اکابر حضرت مدنی رحمہ اللہ اور دیگر اکابرِ ہند کی خدمت میں اس مقصد کی تحصیل و تکمیل کے لیے درخواستِ دعا کے خطوط روانہ فرمائے۔

ان خطوط کے جوابات حضرت مولانا رحمہ اللہ کے صاحبزادوں کے پاس اب بھی محفوظ ہیں۔ ان تبرکات میں سے برکۃ العصر، قطب عالم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کا اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمودہ مکتوبِ گرامی ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت شیخ کو آنکھوں میں نزولِ آب کی شکایت نہیں ہوئی تھی، اور حضرت خود اپنے دستِ مبارک سے لکھا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رح کا مکتوبِ گرامی:

مکرم و محترم زید عنایتکم! بعد سلام مسنون! اس وقت گرامی نامہ پہنچا۔ مدرسہ عربی کے قیام کا خیال بہت مبارک ہے، یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے اس مبارک ارادے کو کامیاب فرمائے اور جلد از جلد مدرسے کے قیام کی صورت میسر فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے آپ کی مدد فرمائے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ناکارہ خود بھی دعا کرتا رہے گا اور احباب سے بھی درخواست کرے گا۔ شروع ہی سے بڑے پیمانے کا ارادہ نہ فرمائیں، اللہ کا نام لے کر معمولی صورت سے شروع کر دیں، کارکنوں میں اخلاص ہوگا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی ہوتی رہے گی۔ فقط والسلام۔

زکریا، مظاہر علوم ۳؍محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ:

الغرض! حضرت مولانا رحمہ اللہ کو دار العلوم کے قیام کا بڑا فکر تھا، اس کے لیے جد و جہد کا آغاز بھی فرمایا؛ مگر دوسری جانب اصلاح المسلمین کے کام بھی اتنی ہی تیز رفتاری سے ترقی کی شاہراہ پر گام زن تھے، اس وجہ سے آپ کی یہ تمنا؛ تمنا ہی رہ گئی، آپ کا یہ خواب آپ کے جیتے جی شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

بعض قدیم علما نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ بڑودہ شہر میں دار العلوم ضرور قائم فرمالیتے؛ لیکن اسباب ووسائل کی کمی، ضلع کھیڑا میں ابھرنے والے ارتدادی فتنوں کی روک تھام، ''اصلاح المسلمین'' کی ذمہ داریوں اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے ان کو اس کا موقع نہ مل سکا؛ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ حق تعالیٰ اپنے مقدس بندوں کی دعاؤں، نیک تمناؤوں اور قربانیوں کو ضائع نہیں فرماتے، اس کا ثمرہ ونتیجہ دیر سویر ضرور ظاہر ہو کے رہتا ہے۔

چناں چہ آپ کے انتقال کے دس بارہ سال کے بعد شہر میں ایک مدرسے کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ اور وہ بڑی تیز رفتاری سے ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے جلد ہی ''دار العلوم بڑودہ، تاندلجہ'' کی شکل میں ابھرتا ہے، جو درحقیقت حضرت مولانا مرحوم کے دیرینہ خواب کی حسین تعبیر اور ان کے افکار ونظریات کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

وفات:

ادارہ اصلاح المسلمین کے ماتحت ضلع احمد آباد میں چیکھلا نامی ایک پسماندہ دیہات میں تعمیرِ مسجد کا کام چل رہا تھا، اس کی نگرانی اور ضروری ہدایات دینے وغیرہ کی غرض سے

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لے گئے، نگرانی اور دیگر ضروری ہدایات ومشورے دے کر وہاں سے واپس ہوئے۔

واپسی میں بہ مقام ''آنند'' تشریف لائے۔ بڑودہ سے تقریباً بائیس میل کے فاصلے پر کھیڑا ضلع میں یہ شہر واقع ہے۔ اُس زمانے میں ''اصلاح المسلمین'' کا دفتر جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام، آنند کی قدیم عمارت میں تھا۔ آنند پہنچنے کے بعد حضرت پر قلب کا شدید دورہ پڑا۔ یہ ۱۳/شعبان ۱۳۷۸ھ، مطابق فروری ۱۹۵۹ء اتوار کا دن تھا، صبح آٹھ بجے تھے، جس سے نہایت کرب و بے چینی اور شدید تکلیف ہوئی، فوراً ڈاکٹر کو طلب کیا گیا، اس نے تشخیص کے بعد ایک انجکشن لگایا، دوائی دی اور قریب میں جو ذمہ دار حضرات تھے، ان سے یہ کہا کہ قلب کا شدید دورہ ہے، جو جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے، اگر چوبیس گھنٹے بہ خیر وخوبی گذر جائیں، تو خطرے سے باہر قرار دیا جاسکتا ہے، ان کو مکمل آرام کرایا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اپنی طبیعت میں کچھ سکون وافاقہ محسوس کیا، تاہم آپ چارپائی پر ہی لیٹے رہے، ظہر کے وقت پانی منگوایا، وضو کر کے انتہائی نقاہت وکمزوری کے باوجود ظہر کی نماز ادا کر کے پھر لیٹ گئے، عصر کی نماز کے وقت پھر پانی طلب کیا، وضو کے لیے اٹھنا چاہتے تھے کہ اتنے میں اچانک قلب پر دوسرا شدید دورہ پڑا، فوراً زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہوگیا، اور چند ہی سیکنڈوں میں جان، جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

ایک خالص دینی سفر میں وطن سے دور فی سبیل اللہ آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

إنا للہ وإنا إلیہ راجعون.

تجہیز و تکفین:

آپ کا جسدِ خاکی آبائی وطن بڑودہ لایا گیا، خبرِ وفات تھوڑی ہی دیر میں شہر اور قرب و جوار میں پھیل گئی، یکایک پیش آمدہ حادثے کی وجہ سے غم واندوہ کی ایک عمومی کیفیت تھی، مقامی روزناموں میں وفات کی خبر شائع ہوئی، اس وجہ سے توقع تھی کہ دور دراز سے بھی لوگ نمازِ جنازہ میں شرکت کریں گے۔ بایں وجوہ دوسرے روز صبح ساڑھے دس بجے نمازِ جنازہ کا وقت مقرر کیا گیا۔ جیسے جیسے اطلاع پہنچتی رہی، لوگ جنازے میں شرکت کے لیے آتے رہے، راندیر سے جامعہ حسینیہ کے شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمہ اللہ اور اس وقت کے اصلاح المسلمین کے صدر حضرت مولانا عبدالرحیم صادق صاحب راندیری مرحوم کے علاوہ قرب و جوار اور دور دراز سے علماءِ کرام نے بڑی تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اہل شہر کا بیان ہے کہ جنازے کے ساتھ لوگوں کا بے حد ہجوم تھا، بڑودہ میں کسی جنازے میں عوام وخواص کی اتنی کثیر تعداد اس سے قبل نہیں دیکھی گئی تھی۔

شہر میں آجوا روڈ پر واقع حضرت مولانا رحمہ اللہ کے خاندانی قبرستان کے وسیع احاطے میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت علامہ الحاج مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ، راندیر) نے نماز پڑھائی، اور وہیں آپ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

رحمہ اللہ ورضي عنہ وأرضاہ.

پیر کے دن یہاں آؤں گا:

چیکھلا کے سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضرت مولانا اسی قبرستان میں تشریف لے گئے تھے، اس وقت وہاں ملحقہ زمین میں کچھ کام چل رہا تھا، مولانا رحمہ اللہ نے کام کے سلسلے

میں ملازمین کو ضروری ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ ’’آج تو میں سفر میں جارہا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ پیر کے روز صبح یہاں آؤں گا۔‘‘ یہ فرما کر سفر پر روانہ ہوگئے، ۱۳/ شعبان اتوار کے روز عصر کے بعد آنند میں انتقال ہوا، پیر کے روز صبح ساڑھے دس بجے حسبِ وعدہ لوگوں کے کندھوں پر سوار ہو کر قبرستان پہنچے، اور ہمیشہ کے لیے آسودۂ خاک ہوگئے۔ رحمہ اللہ وغفر لہ.

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ✿ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد:

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ نے انتقال کے وقت اپنے پیچھے چار بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔

ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے کہ کسی شخص کے تمام بیٹے حافظ، قاری اور عالمِ دین ہوں۔ حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کو یہ شرف حاصل ہے، اور ان پر حق تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے کہ مولانا مرحوم کی اولاد بڑی صالح اور سعادت مند ہونے کے ساتھ تعلیمی، تدریسی اصلاحی اور خدمتِ خلق وغیرہ مختلف شعبوں میں ملتِ اسلامیہ کی عظیم خدمات انجام دے رہی ہے۔ اللھم زد فزد.

حضرت مدنیؒ کی کرامت:

حضرت مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی رحمہ اللہ کی اولادِ ذکور واناث (لڑکے، لڑکیوں) میں سے کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ اسی طرح کئی بچے بچپن ہی میں سال دو سال کی عمر میں فوت ہوگئے۔ حضرت مولانا اور ان کی اہلیہ کو اس کا بڑا صدمہ تھا، بالآخر سوچا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی جائے، چناں چہ پوری صورتِ حال بیان کر کے

حضرت مدنی رحمہ اللہ سے دعا کی گزارش کی۔ حضرت نے فرمایا: ”اچھا! جس وقت گھر میں امید ہو تو مجھے مطلع کریں“۔

اس کے بعد جب پہلی مرتبہ اہلیہ محترمہ کو حمل قرار پایا، تو آپ رحمہ اللہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کو خط لکھ کر اطلاع دی۔ حضرت کا جواب موصول ہوا کہ ”میں دعا کرتا ہوں، اگر لڑکا پیدا ہو تو (۱) محمد بہاؤالدین (۲) مصلح الدین احمد (۳) قمرالدین محمود (۴) محمد محی الدین۔ ان چاروں ناموں میں سے کوئی ایک نام تجویز کر دیں، اور اگر لڑکی پیدا ہو تو صالحہ نام تجویز کر دیں“۔

اب لڑکا پیدا ہوا تو حضرت رحمہ اللہ نے محمد بہاؤالدین نام تجویز کر دیا، اس کے بعد لڑکی پیدا ہوئی تو صالحہ نام تجویز کر دیا، اس کے بعد یکے بعد دیگرے تین لڑکے پیدا ہوئے، حضرت رحمہ اللہ نے علی الترتیب مصلح الدین احمد، قمرالدین محمود، محمد محی الدین نام تجویز فرما دیے۔

حضرت رحمہ اللہ ہر بچے کی ولادت کے بعد اس کا نام تجویز کر کے حضرت مدنی رحمہ اللہ کو مطلع فرماتے، حضرت مدنی رحمہ اللہ ہر بچے کے لیے طویل العمر، سعادت مندی، صاحبِ علم و اقبال ہونے کی دعا فرماتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تحریر فرمودہ ناموں کے ساتھ موسوم چار بیٹے اور ایک بیٹی ہی زندہ رہیں۔ اس کے علاوہ جتنی اولاد (لڑکے، لڑکیاں) ہوئیں، وہ سب بچپن ہی میں فوت ہو گئیں۔

موجودہ چاروں صاحبزادے بحمداللہ حافظ، قاری، عالم، مفتی بنے۔ صاحبزادی بھی بڑی نیک متدیّن اور سعادت مند ثابت ہوئیں۔ اس بنا پر حضرت مولانا رحمہ اللہ کی موجودہ اولاد کو حضرت مدنی رحمہ اللہ کی چلتی پھرتی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے۔

تذکرہ

حضرت مولانا مفتی سیّد مصلح الدین احمد بڑودوی صاحب مدظلہ

حضرت نوراللہ مرقدہ کے صاحبزادگاں کے مختصر احوال ''سوانح حضرت مولانا شمس الدین رحمہ اللہ'' میں لکھ چکا ہوں۔ یہاں چوں کہ بندۂ ناچیز کے استاذِ محترم حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کا تذکرہ مقصود ہے۔اس لیے ان ہی کے احوال قدرے مفصل لکھ رہا ہوں۔

اسم گرامی وولادت:

آپ کا اسم گرامی مصلح الدین احمد ہے۔

آپ کی پیدائش ۳/ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۴/ اپریل ۱۹۳۷ء صوبۂ گجرات کے مشہور ومعروف ضلع وشہر بڑودہ میں بہ روز چہار شنبہ ہوئی۔

ناظرہ اور ابتدائی تعلیم:

ناظرہ قرآنِ کریم اور ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب رحمہ اللہ ہی سے حاصل کی۔اس وقت حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل میں مدرس کی حیثیت سے قیام پذیر تھے۔

حفظِ قرآنِ کریم:

اسی زمانے میں آپ نے جامعہ ڈابھیل میں ساڑھے نو سال کی عمر میں حافظ جی لال صاحب رحمہ اللہ کے پاس حفظِ قرآن مکمل کیا۔

ابتدائی اردو فارسی کی کتابیں:

جب حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تدریس سے مستعفی ہو کر اپنے وطن بڑودہ تشریف لے گئے، تو اپنے مکان ہی پر ان سے اردو اور فارسی کی کچھ ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

دار العلوم اشرفیہ، راندیر میں داخلہ:

شوال ۱۳۷۰ھ میں دار العلوم اشرفیہ، راندیر میں والد محترم نے آپ کو فارسی دوم میں داخل کیا۔ اس وقت مکمل فارسی دوم حضرت مولانا حکیم ابو الشفاء حبیب الرحمٰن صدیقی بلیاوی رحمہ اللہ [1] (المتوفی ۱۱/محرم ۱۴۱۰ھ، مطابق ۱۹۸۵ء، بہ روز بدھ) کے پاس تھا، لہٰذا گلستاں، بوستاں، مالا بدمنہ، چہار باب اہل اللہ وغیرہ جملہ کتابیں اُن سے پڑھیں۔

اس زمانے میں عربی اول مکمل مولانا سید محی الدین قاضی [2] (نبیرۂ قاضی رحمت اللہ راندیری رحمہ اللہ و داماد حضرت مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری رحمہ اللہ) کے پاس تھا، لہٰذا عربی اول کی تمام کتابیں ان سے پڑھیں۔

درجۂ عربی دوم میں قلیوبی حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ سے، نحو میر حضرت مفتی عبد الغنی صاحب کاوی رحمہ اللہ سے، تیسیر المنطق اور مرقاۃ حضرت مولانا عبد الصمد صاحب کالا کاچھوی رحمہ اللہ سے، علم الصیغہ اور شرح مأۃ عامل حضرت مولانا قاری عبد الجلیل صاحب صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ سے اور اردو و عربی املاء کی مشق حضرت مولانا شیر محمد صاحب

---

(۱) تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو: مقدمہ محمود الفتاویٰ (۱/ ۸۳-۸٦)

(۲) وفات ۱۴/ستمبر ۱۹۹۹ء بہ روز منگل۔ ماخوذ: از مقدمہ محمود الفتاویٰ (۱/ ۸۰، ۸۱)

خراسانی رحمہ اللہ سے فرمائی۔

حضرت مولانا احمد نور پشاوری رحؒ:

آپ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ اور بانی جامعہ حسینیہ راندیر کے زمانۂ اہتمام میں جامعہ کے شیخ الحدیث رہ چکے ہیں، جامعہ سے علیحدگی کے بعد راندیر اور سورت میں رہے، راندیر میں مسجد چنارواڑ میں پنج وقتہ نمازیں پڑھنے کا معمول تھا۔ مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کے والد صاحب رحمہ اللہ سے بھی آپ کے اچھے تعلقات تھے۔ (مولانا مصلح الدین احمد اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا قمر الدین محمود صاحب مدظلہما درجۂ حفظ سے دورۂ حدیث تک ہم سبق رہے ہیں۔) نور الایضاح کے سبق میں کما حقہ تشفی نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں نے حضرت مولانا احمد نور صاحب رحمہ اللہ سے خارج میں نور الایضاح پڑھانے کی درخواست کی، انہوں نے قبول فرمالی، چناں چہ دوپہر کے کھانے کے بعد ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے تک ان کے مکان پر حاضر ہوکر نور الایضاح پڑھتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ جامعہ حسینیہ راندیر، سورت میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے آپ سے بخاری شریف پڑھی ہے۔ حضرت والا کو رسوخ فی العلم حاصل تھا، آپ کا درس بہت جامع ہوا کرتا تھا، دورانِ درس گاہے گاہے کتاب سے غیر متعلقہ امور کا بھی تذکرہ فرمادیتے۔ ایک مرتبہ نور الایضاح میں کوئی لفظ آگیا، تو سیاست کی بحث چھڑ گئی، تو ڈیڑھ گھنٹے تک کانگریس، مسلم لیگ اور جمعیۃ علما پر گفتگو فرماتے رہے۔

نور الایضاح کے سبق میں فقیہانہ کلام کرتے ہوئے بعض باتیں ایسی بھی ارشاد فرما

دیتے، جو اس وقت ہماری ذہنی سطح سے بالاتر ہونے کی وجہ سے کما حقہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے، بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور درسِ نظامی کی تکمیل:

اس کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے ان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے شوال ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم دیوبند بھیج دیا، اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ ناظمِ تعلیمات تھے۔ انہوں نے ہی نور الایضاح، قدوری اور ہدایۃ النحو وغیرہ کتابوں کا امتحانِ داخلہ لیا، امتحانِ داخلہ میں ۴۸ / نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ انہیں درجۂ عربی سوم میں داخلہ مطلوب تھا، حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کتب ممتحنہ میں کامیابی کی وجہ سے تم مطلوبہ درجے کے مستحق ہو، مگر مولوی صاحب! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ (اُس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی) لہٰذا اِن ہی کتابوں کو دوبارہ پڑھ لو تو بہتر ہے۔ بولو! اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت! آپ کے مشورے کے مطابق ان ہی کتابوں کو دوبارہ پڑھ لوں گا، چناں چہ دوبارہ اسی درجے میں داخلہ لے لیا۔ حتیٰ کہ ۱۳۷۸ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور سندِ فراغت حاصل کی۔

عکسِ سندِ فراغ از دار العلوم دیوبند، سن فراغت ۱۳۷۸ھ و تاریخِ حصول سند ۲ / ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

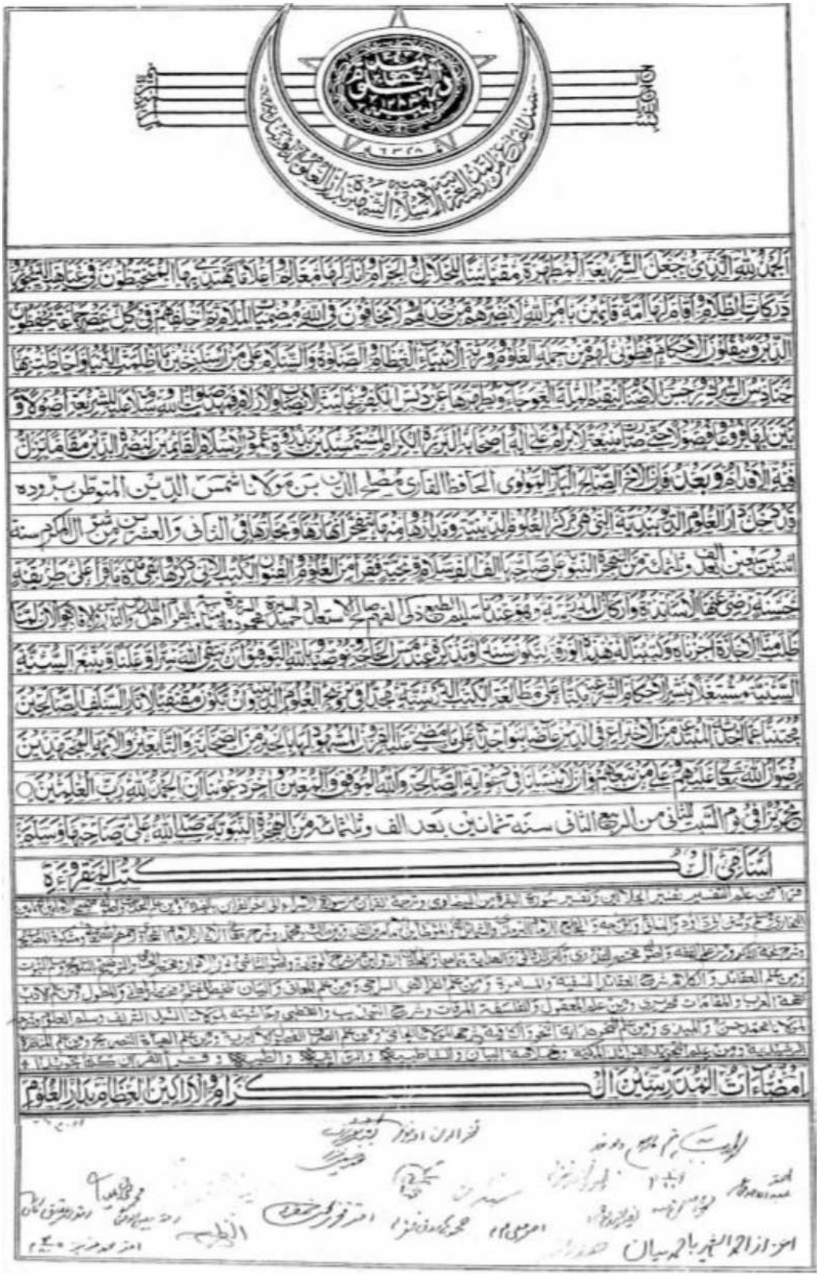

الحمد لله الذي جعل الشريعة المطهرة مقياسا للحلال والحرام وأنار لها معالمه وأعلامه فاهتدى بها المتخبطون في غياهب الدجى
ودركات الظلام وأقام لها أئمة قائمين بأمر الله لا يضرهم من خذلهم لا يخافون في الله لومة اللائم [illegible] في كل عصر جماعة يحفظون
الدين ويبلغون الأحكام فطوبى لهم من حملة العلوم وورثة الأنبياء العظام والصلوة والسلام على من أرسل [illegible] ما أظلمت الدنيا وأحاطت بها
حنادس الشرك [illegible] فهدى الملة العوجاء وطهرها عن دنس الكفر ونجاسة الأنصاب والأزلام فهديت صلوات الله وسلامه عليه للشريعة أصولا و
بين لها فروعا وفصولا حتى [illegible] وعلى آله وأصحابه البررة الكرام المستمسكين بدينه وعمود الإسلام القائمين لنصرة الدين مقاما لم
[illegible] فيه الأقدام وبعد فإن الأخ الصالح البار المولوي الحافظ القاري مصلح الدين بن مولانا شمس الدين المتوطن برودہ
قد دخل دار العلوم الديوبندية التي هي مركز العلوم الدينية ومدارها [illegible] في الثاني والعشرين من شوال المكرم سنة
ست وسبعين بعد الألف وثلثمائة من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف سلام وتحية فقرأ من العلوم والفنون الكتب الآتي ذكرها [illegible] على طريقة
حسنة رضي عنها الأساتذة وأركان المدرسة وهو عندنا سليم الطبع ذكي الفهم صالح الاستعداد حميد السيرة محمود [illegible] ولما
طلب منا الإجازة أجزناه وكتبنا له هذه الورقة لتكون سندا له وتذكرة عند [illegible] ونوصيه بالله التوفيق أن يتقي الله سرا وعلنا ويتبع السنة
السنية مشتغلا بنشر أحكام الشرع مكبا على مطالعة الكتب الدينية مجدا في ترويج العلوم الدينية وأن يكون مقتفيا لآثار السلف الصالحين
مجتنبا عما أحدث المبتدعون من الاختراع في الدين عاضا بنواجذه على ما مضى عليه القرون المشهود لها بالخير من الصحابة والتابعين والأئمة المجتهدين
رضوان الله تعالى عليهم وعلى من تبعهم وأن لا ينسانا في دعواته الصالحة والله الموفق والمعين وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين ○
حرر في يوم السبت الثاني من الربيع الثاني سنة ثمانين بعد الألف وثلثمائة من الهجرة النبوية صلى الله على صاحبها وسلم

أسامي الكتب المقروءة

قرأ من علم التفسير تفسير الجلالين وتفسير سورة البقرة من البيضاوي وترجمة القرآن [illegible]

إمضاءات المدرسين الكرام والأراكين العظام بدار العلوم

[illegible]

شیخ الادب کی خدمت میں دوسری مرتبہ:

حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ نے احقر مرتب کے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا: شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ سے تلمذ کا شرف تو حاصل نہیں؛ البتہ دو مرتبہ حضرت کو امتحان دینے کا موقع میسر ہوا، جن میں سے ایک کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

دوسری مرتبہ امتحان دینے کا واقعہ یہ ہے: دارالعلوم دیوبند میں ہدایۃ النحو اور کافیہ ایک سال میں پڑھائی جاتی ہیں، اور شرح جامی دوسرے سال میں ہوتی ہے۔ ہماری جماعت نے ہدایۃ النحو اور کافیہ حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب سہس پوری رحمہ اللہ سے پڑھی ہے، موصوف حضرت مدنی قدس سرہ کے اجل خلیفہ اور آپ کے بہت معتمد تھے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اپنی تمام اولاد کی تعلیم و تربیت اور نگرانی ان ہی کے حوالے کر رکھی تھی۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام بھی حضرت موصوف ہی کے حوالہ تھا۔ حضرت والا دارالعلوم دیوبند کے کامیاب اساتذہ میں سے تھے، فن نحو میں آپ کو بڑی مہارت تھی، ہماری جماعت میں اکثر طلبہ ذہین و فہیم اور شوقین تھے، اس وجہ سے حضرت الاستاذ ہماری جماعت سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ ششماہی امتحان تک ہماری دونوں کتابیں: ہدایۃ النحو اور کافیہ مکمل ہو گئی تھیں۔ حضرت الاستاذ مولانا قاری اصغر علی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر چاہو تو شرح جامی (بحث فعل و حرف) بھی تمہاری جماعت کو پڑھا دوں۔

دارالعلوم دیوبند میں اس وقت دستور یہ تھا، کہ ایک کتاب ختم ہونے کے بعد دفتر تعلیمات میں تحریری درخواست دے کر ناظم تعلیمات سے اگلی کتاب پڑھنے کی اجازت لینا

ہوتی تھی، اُس وقت ناظمِ تعلیمات حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ تھے، چناں چہ ہماری جماعت نے تحریری درخواست دے دی کہ ''کافیہ'' ختم ہوگئی ہے، لہٰذا ہم کو شرح جامی (بحث فعل وحرف) پڑھنے کی اجازت دے دی جائے۔

اتفاق سے احاطۂ مولسری میں ہم دونوں بھائیوں کا حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ سے آمنا سامنا ہوگیا، ہمیں دیکھتے ہی شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! مولوی صاحب! (یہ تکیہ کلام تھا) تمہاری درخواست موصول ہوئی ہے، فوراً کافیہ لے کر دفتر تعلیمات میں آجاؤ۔'' ہر طالب علم سے حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ کا اندازِ خطاب یہی تھا۔

......اور درخواست منظور ہوگئی:

خیر! ہم دونوں بھائی ڈرتے ڈرتے کافیہ لے کر بہ غرضِ امتحان دفتر تعلیمات میں پہنچ گئے۔ حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کا معمول یہ تھا کہ بہ وقت امتحان کہیں سے بھی کتاب کھول کر انگلی رکھ کر فرماتے کہ پڑھو۔ چناں چہ ایک جگہ انگلی رکھ کر برادرِ عزیز مولانا قمر الدین کو فرمایا پڑھو: والثاني عن نسبة في جملة أو ماضا هاها إلخ...۔ اس عبارت میں صاحبِ کافیہ نے تمیز کی قسم ثانی کو ذکر کیا ہے۔ برادر عزیز نے ابھی تو عبارت پڑھنا شروع ہی کیا تھا، اتنے میں سوال کر دیا: مولوی صاحب! ''ماضاهاها'' میں پہلی ہاء کا مرجع کیا ہے؟ برادرِ عزیز نے کہا کہ حضرت یہ ہاء ضمیر نہیں، بلکہ اصلی ہے اور عین کلمے کی جگہ واقع ہے، بابِ مفاعلت سے بحث فعل ماضی کا صیغۂ واحد مذکر غائب ہے۔ حضرت نے فوراً کتاب بند کردی۔ اور میرے سامنے کتاب کھول کر فرمایا: یہاں سے پڑھو! میں نے عبارت شروع کی: ومِن ثَمَّ... إلخ، فوراً سوال کیا: مولوی صاحب! حرف

پر حرف کیسے؟ دخولِ حرف جر تو اسم کا خاصہ ہے؟ فعل اور حرف پر حرف جر داخل نہیں ہوسکتا، میں نے کہا: حضرت! ثُمَّ ثا کے ضمّہ کے ساتھ تو حرف عطف ہے، مگر یہاں تو ومِن ثَمَّ ثَ کے فتحہ کے ساتھ ہے، یہ اسم ظرف ہے، حرف عطف نہیں، لہٰذا اس پر دخولِ حرفِ جر میں کوئی اشکال نہیں۔ حضرت نے فوراً کتاب بند کردی۔ اور درخواست کو منظور فرماتے ہوئے شرح جامی (بحث فعل وحرف) پڑھنے کی اجازت تحریر فرمادی۔

......تو مشکل ہوجاتی:

ہم نے جا کر حضرت الاستاذ مولانا قاری اصغر علی صاحب رحمہ اللہ سے پورا قصہ نقل کیا، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا ہوا کہ تم دونوں حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ چڑھ گئے، ورنہ کوئی اور طالب علم ہاتھ چڑھ جاتا تو مشکل ہوجاتی۔

شیخ الادبؒ اور سلام میں پہل:

اسلام میں سلام کرنے کی بڑی تاکید وتعلیم ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف، کتابُ الایمان میں ایک باب قائم کیا ہے: إفشاء السلام من الإیمان (سلام کی ترویج اور نشر واشاعت ایمان واسلام کے مقتضیات میں سے ہے) پھر حضرت عمار بن یاسرؓ کا قول نقل کیا ہے: قال حمّادٌ: "ثلث من جمعهن فقد جمع الإیمان: الانصاف من نفسک وبذل السلام للعالم والانفاق من الاِقتار" (تین خصلتیں جامعِ ایمان ہیں: اپنی ذات کے بارے میں انصاف برتنا۔ تمام مسلمانوں کو سلام کرنا۔ اور خود حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں پر خرچ کرنا)۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ

کسی شخص نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا: "أيّ الإسلام خير؟" (اسلامی خصلتوں میں کون سی خصلت سب سے بہتر ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: "تطعم الطعام وتقرئ السلام علیٰ من عرفت ومن لم تعرف" (کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا، خواہ تمہاری اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو)۔

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی اس کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ ہر شخص: چھوٹا ہو یا بڑا، حتیٰ کہ آپ بچوں کو بھی سلام کرنے میں پہل کرتے تھے، کوئی بھی شخص اپنی تمام تر کوشش کے باوجود سلام میں پہل کرنے میں کامیاب نہ ہوتا۔

......اس میں کامیاب نہ ہو سکا:

اس کے ثبوت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کا انتقال رجب المرجب ۱۳۷۴ھ میں ہوا، آپ کی وفات پر دارالعلوم دیوبند میں تعزیتی اجلاس زیرِ صدارت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ منعقد ہوا۔ اس میں حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا: دیکھو! آج میری عمر ساٹھ (۶۰) سال ہے، دیوبند ہی میں میری ولادت ہوئی، یہیں نشو نما پایا اور تعلیم حاصل کی، اس پورے عرصے میں کئی مرتبہ پوری کوشش کے باوجود ایک مرتبہ بھی حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ کو پہلے سلام کرنے میں مجھے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

......لیکن ہمیں موقع مل ہی گیا:

حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ کی حیاتِ طیبہ کے دو ہی سال ملے، حق تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اُن دو

سالوں میں ایک مرتبہ مجھے اور برادرِ عزیز مولانا قمر الدین محمود صاحب کو پہلے سلام کرنے کا موقع مل گیا۔ ہوا یہ کہ ایک مرتبہ ہم دونوں بھائی عصر کے بعد کسی جگہ جا رہے تھے، سامنے سے حضرت شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ تشریف لا رہے تھے، وہاں موڑ ہونے کی وجہ سے حضرت کی نظر ہم پر نہ پڑ سکی، ہم نے حضرت کو دیکھ لیا اور دور ہی سے "السلام علیکم" کہہ دیا، اور شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔

قراءتِ حفص، سبعہ وعشرہ کی تکمیل:

دارالعلوم دیوبند میں استاذ الاساتذہ، صدر القراء، حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ سے قراءت حفص کا نصاب مکمل کر کے شاطبیہ، رائیہ، طیبۃ النشر وغیرہ پڑھ کر اجراء کر کے سبعہ وعشرہ کا نصاب بھی مکمل کیا۔ حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب رحمہ اللہ بلا واسطہ براہِ راست صاحبِ فوائدِ مکیہ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔

دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں تجوید وقراءت کا باقاعدہ نظام:

حضرت مفتی قاری مصلح الدین صاحب فرماتے ہیں: دارالعلوم اشرفیہ، راندیر میں تجوید وقراءت کی تعلیم پہلے سے جاری تھی، لیکن باقاعدہ نظام اس وقت بنا جب کہ سنہ ۱۳۷۱ھ میں حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ (مہتمم دارالعلوم اشرفیہ) نے حضرت مولانا قاری عبدالجلیل صدیقی نانوتوی صاحب رحمہ اللہ کو تجوید وقراءت کی تعلیم وتدریس کے لیے مدعو کیا۔

تذکرۂ قاریانِ ہند (ص: ۸۰) میں عماد القراء ومقری قراءات عشرہ جناب بسم اللہ بیگ مرزا صاحب نے استاذ الاساتذہ، شیخ القراء، حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے

حالات میں ان کے قابلِ ذکر شاگردوں کی فہرست میں ایک نام قاریِ سبعہ عبدالجلیل کا بھی ذکر کیا ہے، اس سے غالبًا یہی مراد ہیں، وہ اس وقت بالکل نوجوان تھے۔ بہر حال! قاری عبدالجلیل صدیقی نانوتوی مدظلہ سے سب سے پہلے ہماری جماعت نے ''تحفۃ الاطفال، فوائد مکیہ، ہدیۃ الوحید، جمال القرآن اور المقدمۃ الجزریۃ'' پڑھیں، مشق بھی کی اور اجراءِ حفص بھی کیا۔ اس سے قبل دارالعلوم اشرفیہ میں تکمیلِ نصابِ حفص کا سلسلہ نہ تھا۔ حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ نے تکمیلِ نصابِ حفص کی سند بھی اسی زمانے میں طبع کرائی اور ۷/شعبان ۱۳۷۲ھ کو دارالعلوم مدرسہ اشرفیہ کے سالانہ اجلاس میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے دست مبارک سے سب سے پہلے مولانا مصلح الدین و مولانا قمرالدین صاحبان اور ان کے رفقاءِ درس کو تکمیلِ نصابِ حفص کی سند دی گئی۔

عکسِ سند الفراغ از شعبۂ قراءت وتجوید، از شیخ القراء قاری حفظ الرحمن پرتاپگڑھی بتاریخ: ۱۳/ محرم ۱۳۷۷ھ

قاری حفظ الرحمن صاحبؒ سے شرف تلمذ:

ہم نے حضرت مفتی قاری سید مصلح الدین احمد صاحب سے دریافت کیا کہ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے کن حضرات سے تجوید وقراءت کی تعلیم حاصل کی؟ اور فن تجوید کی کون سی کتابیں پڑھیں؟

فرمایا: میں اور برادر عزیز مفتی قاری سید قمرالدین محمود، ہم دونوں بھائی شوال ۱۳۷۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں ابتدائی درجہ یعنی درجۂ عربی دوم میں داخل ہوئے۔ اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں داخلے کے لیے تصحیحِ مخارج وصفات کے ساتھ پارۂ عم کا حفظ اور قرآن کریم کے چند رکوعات کی مشق لازم تھی، ہم دونوں بھائی دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں نصابِ حفص کی تکمیل کے ساتھ اجراءِ حفص بھی کر چکے تھے، لہٰذا ضابطہ وشرط کے مطابق خانہ پُری کے لیے حضرت قاری نعمان بن حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی کے یہاں تجوید ومشق میں داخلہ لے لیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے بعض طلبہ کا - جو ہم سے بہ خوبی واقف تھے - سال بھر شدید اصرار رہا کہ آپ دونوں کو استاذ الاساتذہ شیخ القراء حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب رحمہ اللہ سے ضرور پڑھنا چاہیے، ہمیں قوی امید ہے کہ حضرت قاری صاحب کے یہاں آپ کو ضرور داخلہ مل جائے گا۔

حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب شیخ القراء حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مکی ثم الٰہ آبادی رحمہ اللہ (صاحبِ فوائد مکیہ) کے اخص تلامذہ میں سے تھے، اور دارالعلوم دیوبند میں شعبۂ تجوید وقراءات کے صدر بھی تھے، فن میں مہارت حاصل ہونے کے سبب دارالعلوم دیوبند میں اپنے یہاں شعبۂ تجوید کے لیے طلبہ کے انتخاب کا ان کو اختیار واختصاص

حاصل تھا۔ وہ جس طالب علم کو اپنے یہاں داخل کرنا چاہتے اس کو داخل کر لیتے، جسے چاہتے انکار کر دیتے، ان کے یہاں داخلہ بہت مشکل تھا، ان کے پاس داخلے کو سعادت سمجھا جاتا تھا، اصرار کرنے والے طلبہ سے ہم دونوں بھائی ہمیشہ معذرت کرتے رہے، اور کہتے رہے کہ حضرت قاری صاحب بہت نازک مزاج ہیں، ممکن ہے کہ ہم ان کی نزاکت اور لطافتِ طبع کے متحمل نہ ہوں؛ جب کہ استاذ کا ادب واحترام نہایت ضروری ہے۔

چلو شکار کھیلیں !:

حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب رحمہ اللہ کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا (کھانے کا نہیں) اور اس کے فضائل میں فرمایا کرتے کہ ارشادِ خداوندی ہے: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا - بہ حالت احرام خشکی کا شکار تو حرام ہے، مگر مچھلی کے شکار پر کوئی پابندی نہیں۔ احاطۂ مولسری میں حضرت کی درس گاہ تھی، وہی قیام گاہ بھی تھی، مچھلی پکڑنے کی جال اور کانٹا بھی وہیں پر رہتا۔ اگر اثناءِ سبق شوق غالب ہوتا تو فرماتے: چلو شکار کے لیے۔ اب حضرت قاری صاحب آگے آگے اور طلبہ پیچھے پیچھے، نہر میں مچھلی کے شکار کے لیے جال ڈال کر نہر کے کنارے ہی پر شاطبیہ اور رائیہ کا سبق ہوتا، اسی جگہ مشق واجراء بھی ہوتا اور ایک عجیب منظر ہوتا۔ بنا بریں ہم ان کے یہاں داخلے سے معذرت کرتے رہے، مگر طلبہ کا اصرار بڑھتا گیا۔

داخلہ منظور:

چناں چہ اگلے سال شوال میں ہم نے حضرت قاری صاحب کے یہاں داخلے کی درخواست دے دی۔ حضرت قاری صاحب نے ہم دونوں بھائیوں کا امتحان لیا، بعض

جگہوں سے قرآن مجید سن کر بلا چون و چرا ہمارا داخلہ منظور فرمالیا۔ حضرت قاری صاحب سے ہم نے اولاً حفص کے نصاب کی دوبارہ تکمیل کی، اور فوائد مکیہ، المقدمۃ الجزریۃ اور خلاصۃ البیان؛ دوبارہ پڑھیں، اور ایک ماہ میں پورے قرآنِ کریم کا اجراءِ حفص مکمل کیا۔ ہم دونوں بھائی روزانہ ایک ایک پارہ سناتے، حضرت قاری صاحب نہایت خاموشی سے سنتے رہتے۔

دارالعلوم دیوبند میں سندِ فراغت، سند افتاء اور سند تجوید وغیرہ بغیر مطالبے کے نہیں دی جاتی، اس کے لیے درخواست اور سند کی قیمت دفتر تعلیمات میں جمع کرانا ضروری ہے، اس کے دو یا تین ہفتے کے بعد سند دی جاتی ہے۔ شوال ۱۳۷۷ھ مشکوٰۃ شریف والے سال ہم نے سوچا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی حیاتِ طیبہ ہی میں تکمیلِ حفص کی سند طلب کر لینی چاہیے، تاکہ اس پر حضرت مدنی کے دستخط بھی ہو جائیں، لہٰذا ہم نے دفتر تعلیمات میں تحصیلِ سند کی درخواست دے دی۔ ۱۳/محرم ۱۳۷۷ھ میں دارالعلوم دیوبند کی جانب سے سندِ تکمیل حفص مل گئی، جس پر حضرت مدنی رحمہ اللہ، حضرت قاری حفظ الرحمن رحمہ اللہ اور حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ وغیرہ کے دستخط ہیں۔ اس کے بعد شاطبیہ، رائیہ اور طیبۃ النشر وغیرہ کتابیں پڑھ کر اجراءِ سبعہ وعشرہ کا نصاب مکمل کیا۔ ۲/ربیع الاول ۱۳۸۰ھ بہ روز شنبہ دارالعلوم دیوبند سے حاصل شدہ سند فراغ میں ۱۳۷۲ھ سے ۱۳۷۹ھ تک تمام فنون کی جتنی کتابیں پڑھی ہیں، ان کی فن وار تفصیل ذکر کرنے کے بعد اخیر میں درج ہے:

وقد قرأ من علم التجويد الفوائد المكية وخلاصة البيان والشاطبية والرائية وطيبة النشر وقرأ القران كله تجويداً.

فراغت کے بعد فوری طور پر درسی کتب کی تعلیم وتدریس میں اشتغال کی وجہ سے

تجوید وقراءت کی تدریس کا موقع نہ مل سکا۔

آپ کی حسنِ قراءت وتلاوت:

حضرت مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب بہترین قاری ہیں۔ آپ کی تلاوت وقراءت میں قواعدِ تجوید کی مکمل رعایت ہوتی ہے۔ دورِ شباب میں آواز پُر کشش، تلاوت شیریں، صاف ستھری اور دل کش ہوا کرتی تھی۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تدریس کے زمانے میں وقتاً فوقتاً فجر کی نماز پڑھاتے تھے، سنت کے مطابق طوال مفصل میں سے پڑھتے تھے، عجیب کشش تھی۔ اس عمدہ اور بہترین تلاوت کو سن کر طلبۂ عزیز کا یہ تبصرہ ہوتا کہ مولانا کے دوسرے بھائی حضرت مولانا مفتی قمر الدین محمود صاحب جو پچھلے سالوں میں یہاں مدرس رہ چکے ہیں، ان کی تلاوت اس سے بھی زیادہ عمدہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تینوں بھائیوں (۱) کو فن تجوید وقراءت میں مہارت کے ساتھ، حسنِ تلاوت وقراءت سے بھی نوازا ہے۔ حضرت مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب نے انگلینڈ جانے سے قبل؛ جامع مسجد بڑودہ میں مسلسل چالیس سال تک تراویح میں مکمل بیس رکعت پڑھائی ہے، شہر کے دور دراز علاقوں سے لوگ ان کا قرآن شریف سننے کی غرض سے نماز اور تراویح ان کے پیچھے پڑھتے تھے۔

”ادا تو اِن دو بڑودویوں کی بہت صحیح ہے“:

تذکرۂ قاریانِ ہند (ص: ۸) میں حضرت قاری حفظ الرحمن رحمہ اللہ کے قابلِ ذکر تلامذہ کی فہرست میں ایک نام جموں کشمیر کے قاریِ عشرہ ”مولانا فیض الحسن جموی“ بھی ہے،

(۱) چند ایام قبل جب کہ یہ تذکرہ قبل از طبع کے مراحل سے گذر رہا ہے، تین میں سے ایک بھائی حضرت مولانا مفتی سید محی الدین صاحبؒ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

جو دارالعلوم دیوبند میں پندرہ سال تک طالب علم رہے۔ کسی فن کی کوئی کتاب انہوں نے نہیں چھوڑی، نہایت جیدالاستعداد، متدین اور متقی تھے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں بہ طورِ مدرس ان کا تقرر ہوا، کئی سال تک دارالعلوم دیوبند میں تدریس کی۔

مولانا مصلح الدین احمد صاحب کی طالب علمی کے زمانے میں مولانا فیض الحسن صاحب بھی حضرت قاری حفظ الرحمن صاحب سے سبعہ وعشرہ کی کتابیں پڑھتے تھے۔ حضرت قاری صاحب ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ''فیض الحسن لاکھ روپے کا قاری ہے، اگر اس کی ادا صحیح ہوجائے۔'' ان کی ادائیگی درست نہیں تھی۔ لہٰذا ادائیگی صحیح کرنے کے لیے بہت محنت اور کوشش کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت قاری صاحب سے عرض کیا: آپ کو سنانے سے پہلے میں آپ کے شاگردوں میں سے مولوی قاری محمد اصغر صاحب گنگوہی (۱) (سابق شیخ الحدیث، جامعہ عربیہ خادم الاسلام، ہاپوڑ، یو۔پی، انڈیا) کو سنایا کروں؟ قاری صاحب نے فرمایا: تمہاری مرضی، مگر'' ادا تو ان دو بڑودویوں کی بہت صحیح ہے۔'' مولانا فیض الحسن صاحب نے کہا: میرا ان دونوں سے کوئی تعارف نہیں ہے۔ پھر مولانا فیض الحسن ہم دونوں بھائیوں کے پاس آئے اور مذکورہ بالا پوری گفتگو نقل کر کے مولانا قمرالدین کو سنانا طے کیا، روزانہ پہلے ان کو سناتے، پھر حضرت قاری صاحب کو سناتے تھے۔ اس سے بھی حضرت الاستاذ قاری حفظ الرحمن صاحب کی نگاہ میں مولانا موصوف کی وقعت، قدر اور اعتماد ظاہر ہوتا ہے۔

---

(۱) آپ حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب دامت برکاتہم کے ابتدا سے دورۂ حدیث تک؛ درسی کتابوں اور تجوید وقراءت میں بھی ہم سبق رہے ہیں۔ اور حضرت قاری حفظ الرحمن صاحبؒ کے شاگرد ہیں، طالب علمی کے زمانے میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں کئی سال تک امامت بھی کی ہے۔

حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحبؒ کے مختصر حالات:

تذکرۂ قاریان ہند میں ہے:

آپ کا اسم گرامی حفظ الرحمن، والد محترم کا نام عبد الشکور تھا۔ وطن پرتاپ گڑھ (یوپی، انڈیا) ہے۔ ولادت ۱۳۱۷ھ بہ روز چہارشنبہ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا محمد یعقوب سے حاصل کی، پھر اسکول میں داخلہ لیا۔ والدہ سے گلستاں و بوستاں پڑھی، بارہ سال کی عمر میں ۱۳۲۹ھ میں جامع العلوم کان پور میں داخل ہوئے، وہاں تین سال تک تعلیم حاصل کی۔ آگرہ میں مولوی سعد اللہ صاحب کے پاس معقولات کا درس حاصل کیا۔ ایک سال کے بعد الٰہ آباد آکر حضرت مولانا قاری عبد الرحمن صاحب مکی رحمہ اللہ سے فوائد مکیہ، شاطبیہ، رائیہ، التیسیر، الدُرّہ اور الوجوہ المُسفرہ وغیرہ جیسی مستند کتابیں پڑھیں۔ ان سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ کی جدید جماعت جب یہ کتابیں شروع کرتی، تو اس کے ساتھ خود بھی شریک ہوجاتے۔ اس طرح چار سال الٰہ آباد میں تعلیم حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، وہاں بھی چار سال تک علوم کی تکمیل کی۔ قاری عبد الرحمن صاحب مکی رحمہ اللہ کی اجازت سے عشرہ کا درس دیتے رہے، ڈھاکہ میں تین سال قیام رہا۔

اوصاف واخلاق:

آپ بہت خوش اخلاق وملن سار تھے، طبیعت میں عجز وانکساری خوب تھی، خوش الحان قاری تھے، ادائیگی پر کافی عبور تھا، فن تجوید میں یکتائے زمانہ تھے، شاگردوں سے خلوص بھرا برتاؤ فرماتے۔ دارالعلوم دیوبند میں تقریباً چالیس سال تک شعبۂ تجوید میں شیخ التجوید وصدر القراء کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کو شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی، بسا اوقات حضرت مدنی کی فرمائش پر تلاوت فرماتے، اس کا کیف و سرور عجیب وغریب ہوتا۔ جب مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اپنی وزارتِ تعلیم کے زمانے میں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، تو آپ کے اعزاز میں اجلاس منعقد ہوا، اس میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ ہی سے تلاوت قرآن کریم کی استدعا کی۔ قاری صاحب نے تلاوت فرمائی، اس میں آپ پر عجیب وغریب کیفیت طاری تھی اور تلاوت میں بڑا سوز و گداز تھا۔

سند کی ایک عبارت:

آپ رحمہ اللہ نے فن تجوید وقراءات حضرت مولانا قاری عبدالرحمن مکی رحمہ اللہ سے اخذ کیا ہے، فرماتے تھے کہ ”حضرت قاری عبدالرحمن مکی کی شخصیت اور ان کی سند؛ محتاج تعارف و بیان نہیں“۔ دارالعلوم دیوبند میں مختلف ممالک کے ہزاروں طلبہ نے حفص اور سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ آج پوری دنیا میں حضرت کے بلا واسطہ اور بالواسطہ شاگردوں کا فیض جاری ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی جانب سے جو سند دی جاتی، اس میں ان کی جانب سے یہ عبارت لکھی جاتی: وهو قال مخبرًا: إنه تلقى ذلك عن أخيه الكبير أستاذ العرب والعجم مولانا القارئ والمقرئ عبد الله المكي المدرس بالمدرسة الصولتية، بمكة المكرمة، وسنده الموثق معروف عند القراء ومن انتسب إليه فقد استغنى عن بيان سنده إلى سيد المرسلين عن جبرئيل الروح الأمين عن لوح المحفوظ عن رب العالمين.

دارالعلوم دیوبند کے اساتذۂ کرام:

حضرت مولانا مفتی مصلح الدین احمد صاحب نے

(۱) بخاری شریف اور موطا امام مالک: فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۲) مسلم شریف (مکمل) اور ترمذی شریف (مکمل): حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۳) ابوداود شریف، نسائی شریف، مطول، رشیدیہ، مسامرہ اور مسلم الثبوت: حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۴) ابن ماجہ اور توضیح تلویح: حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندی رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۵) تصریح اور شرح چغمینی: حضرت مولانا بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۶) مشکوٰۃ شریف اور نخبۃ الفکر: حضرت مولانا محمد جلیل صاحب سیوہاروی رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۷) سلّم العلوم، ملاحسن: حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہاری رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۸) مقاماتِ حریری، حسامی، سراجی اور جلالین شریف: حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۹) کنز الدقائق، نور الانوار اور ہدایہ اولین: حضرت مولانا سید اختر حسین صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۱۰) ہدایہ آخرین اور میبذی: حضرت مولانا معراج الحق صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی۔

(۱۱) اور قطبی (تصدیقات) اور شرح جامی (بحث اسم) حضرت مولانا محمد نعیم

صاحب دیوبندی رحمہ اللہ سے پڑھی۔

ان کے علاوہ دیگر اساتذہ سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔

حضرت فخر المحدثین رح کا درس اور قوتِ حافظہ:

صاحبِ تذکرہ مدظلہ رقم طراز ہیں:

حضرت الاستاذ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمہ اللہ کا بخاری شریف (جلدِ اول) کا درس صبح دس سے بارہ بجے تک اور بخاری شریف (جلد ثانی) کا درس عشاء کے بعد بارہ بجے تک ہوتا تھا، آپ کا درس بہت جامع مانع، علوم ومعارف اور حقائق ومعارف سے لبریز ہوتا تھا۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو عجیب وغریب حافظہ عطا فرمایا تھا، جس کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے:

ستائیس دن میں تکمیلِ حفظِ قرآن؛ دادا استاذ کی سنت:

ایک مرتبہ جلد ثانی کے سبق میں فرمایا: میں حافظِ قرآن نہیں تھا، اور ہمارے علاقے میں اُس وقت حفظِ قرآن کا رواج بھی نہ تھا۔ ایک مرتبہ شعبان المعظم ختم ہونے کے قریب تھا، تو بستی والوں کو احساس ہوا کہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، تراویح کے لیے کسی حافظِ قرآن کا انتظام ہونا چاہیے، ایک حافظ صاحب کو مدعو کیا گیا، ۲۹/ شعبان کو حافظ صاحب گاؤں میں آ گئے اور فرمانے لگے کہ میں تراویح میں قرآنِ کریم پڑھوں گا؛ لیکن سامع کون ہوگا؟ بستی والوں نے کہا کہ یہاں اور کوئی حافظِ قرآن نہیں، لہٰذا آپ ہی پڑھیں گے اور آپ ہی سنیں گے، اس پر حافظ صاحب نے کہا کہ میں بغیر سامع کے تراویح ہرگز نہیں پڑھاؤں گا۔ اب بستی والے پریشان ہوئے کہ آج ۲۹/ شعبان ہے، اگر چاند ہوگیا تو پہلی تراویح

ہوجائے گی۔(اتفاق سے ۲۹ کو چاند نظر آ گیا تھا) خیر! بہت کشمکش ہوئی، یہ صورتِ حال دیکھ کر میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ اگر میں سننے کی ذمہ داری لے لوں، تو آپ تراویح پڑھائیں گے؟ انھوں نے کہا: ہاں! مجھے تو بس ایک سامع چاہیے، اگر آپ سننے کی ذمہ داری لیتے ہیں، تو میں ضرور تراویح پڑھاؤں گا۔ اب میں نے سوچا کہ یہ روزانہ سوا پارہ تراویح میں پڑھیں گے، لہٰذا میں قرآنِ کریم لے کر سوا پارہ یاد کرنے کے لیے بیٹھ گیا، چناں چہ روزانہ سوا پارہ یاد کر کے حافظ صاحب کو تراویح میں لقمے دیتا تھا، رمضان شریف کی ستائیسویں شب میں حافظ صاحب کا تراویح میں قرآنِ کریم ختم ہوا، اور میرا حفظِ قرآن مکمل ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک پھر فرمایا: الحمدللہ! حق تعالیٰ شانہ نے دادا استاذ کی سنت زندہ کرادی۔ یعنی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ (بانی دارالعلوم دیوبند) نے بھی سفرِ حج میں اٹھائیس دن میں حفظِ قرآن مکمل کیا تھا، تا کہ اپنے استاذِ محترم حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو تراویح میں قرآن سنا سکیں۔

ایک مرتبہ رات بخاری شریف (جلد ثانی) کے سبق کے دوران دیوبند کے اکابر واسلاف کے ذکرِ خیر کے ضمن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کا تذکرہ آ گیا، تو حضرت الاستاذ نے قسم کھا کر دو واقعے بیان فرمائے۔

دیوار کا پھٹنا اور جڑنا:

(۱) حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مزاج میں تواضع، انکساری، اپنا ہیچ و بے حقیقت ہونا، اپنے آپ کو بالکل فنا کر دینا اور مٹا دینا اِس قدر غالب تھا کہ حضرت کی زبانِ مبارک سے نکلے

ہوئے الفاظ اور جملوں کو اپنی زبان وقلم سے نقل کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے، دل کانپتا ہے، ’’میں تو بالکل ہیچ اور بے حقیقت ہوں، دنیا کا کُتا ہوں، دارالعلوم دیوبند سے ماہانہ پانچ سو روپے تنخواہ لیتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ‘‘ اس قسم کے جملے اپنی مجالس اور عام اجلاس میں ارشاد فرمایا کرتے تھے، تو ایک صاحب نے حضرت مدنی قدس سرہ سے ایک مرتبہ عرض کیا: حضرت! آپ ہمیشہ یک طرفہ (One Side) بات کرتے ہیں، تصویر کا ایک ہی رُخ بتاتے ہیں، دوسرا رخ تو بالکل بتاتے ہی نہیں؟ یہ بالکل مناسب نہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: دوسرا رُخ آپ بتادیں۔ اس پر وہ بولے: حضرت! آپ امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ سے بیعت ہوکر، خانقاہِ رشیدیہ، گنگوہ کے جس حجرے میں آخر شب میں ذکرِ جہری کرتے تھے اور ضربیں لگاتے تھے؛ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ لا إلٰہ پر حجرے کی دیوار پھٹ جاتی اور إلّا اللہ پر جُڑ جاتی، آپ کو یہ بات بھی ذکر کرنی چاہیے مگر یہ باتیں تو آپ کی زبان پر بالکل نہیں آتی ہیں۔ یہ تصویر کا دوسرا رخ ہے، لہٰذا یہ بھی ضرور سامنے آنا چاہیے۔

دیواریں بھی ذکر میں......:

(۲) حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں اور حضرت مدنی قدس سرہ نجیب آباد، ضلع بجنور، یوپی، انڈیا میں ایک شادی میں مدعو تھے۔ میزبان نے ہم دونوں کا قیام ایک ہی کمرے میں تجویز کیا تھا، نکاح خوانی سے فارغ ہوکر ہم دونوں نے اُسی کمرے میں رات گزاری۔ دسمبر کی سخت سردی تھی، اخیر شب میں میری آنکھ کھلی میں سر پر لحاف اوڑھے ہوئے تھا، مجھے محسوس ہوا کہ کسی چیز سے اس کے اجزاء جُدا ہورہے ہیں، میں نے سر پر سے

لحاف ہٹایا تو دیکھا کہ حضرت مدنی قدس سرہ زمین کے فرش پر پڑے ہوئے ہیں اور آپ کے جمیع اعضاءِ بدن سر، ہاتھ، پاؤں الگ الگ ہیں، یہ کیفیت دیکھ کر مجھ پر تو اس قدر ہیبت طاری ہوگئی کہ میں نے فوراً سر پر لحاف اوڑھ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ کسی چیز کے اجزاء باہم جڑ رہے ہیں، میں نے سر پر سے لحاف ہٹایا تو دیکھا کہ حضرت مدنی ذکرِ جہری میں مصروف ہیں اور کمرے کی چاروں دیوار سے بھی ذکرِ جہری کی آواز آ رہی ہے، گویا دیواریں بھی آپ کے ساتھ ذکر میں مشغول تھیں، حضرت الاستاذ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ میرا چشم دید واقعہ اور مشاہدہ ہے۔ سبحان اللہ!!!

انبیا کے معجزات اس امت کی کرامات ہیں۔ سیدنا داود علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معجزہ تھا کہ جب آپ خداداد سریلی آواز میں زبور کی تلاوت فرماتے، تو خوش الحانی کی وجہ سے پرندے اور جانور بھی وجد میں آجاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترتیل کا حکم دیا تھا، جس کے سبب پہاڑ اور پرندے آپ کی خوش الحان قراءت میں آواز سے آواز ملا کر پڑھنے پر مجبور ہوجاتے، آپ کی آواز میں وہ نغمگی، مٹھاس اور زیر و بم تھا کہ شجر و حجر سبھی کو متأثر کرتا تھا۔ پرندے ٹھہر جاتے، پہاڑ بھی صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرنے پر مامور تھے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی امتی کو اگر اللہ تعالیٰ یہ کرامت نصیب فرمائے، تو تعجب کی تو گنجائش ہے، لیکن انکار کی ہرگز اجازت نہیں۔ کراماتِ اولیا برحق ہیں۔

کتاب النوم کا مطالعہ:

(۳) عشاء کے بعد بخاری شریف (جلد ثانی) کے درس میں اگر کسی طالبِ علم کو جھونکا آجاتا، تو دوسرا طالبِ علم ایک پرچی پر سونے والے طالبِ علم کا نام لکھ کر حضرت

مدنی رحمہ اللہ کو بھیج دیتا، حضرت مدنی قدس سرہ جاری سبق ہی میں اُس سونے والے طالبِ علم کا نام لے کر فرماتے: فلاں صاحب ''کتاب النوم'' کا مطالعہ فرمارہے ہیں، ان کو چاہیے کہ مٹکے کی سیر کرکے آویں۔'' اب وہ طالبِ علم شرمندہ ہوکر بھرے مجمع سے اُٹھ کر منہ دھوکر آجاتا، تاکہ نیند کا خمار ختم ہوجائے۔

مٹکے ہی کو یہاں لے آؤ:

ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمہ اللہ ہی کو چالو سبق میں جھونکا آگیا، فیروز الدین کشمیری نامی ایک طالبِ علم بڑے مذاقی اور من چلے تھے، انہوں نے پرچہ لکھ کر حضرت مدنی کو بھیج دیا کہ حضرت! آج تو آپ ''کتاب النوم'' کا مطالعہ کررہے ہیں، حضرت نے پرچہ پڑھ کر فرمایا: میں تو اب بوڑھا ہوچکا ہوں، مٹکے کی سیر کرنے کہاں جاؤں گا؟ مٹکے کو یہیں لے آؤ، درس گاہ (دار الحدیث) میں سب طلبہ خوب ہی ہنسے۔

حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی صاحب رحمہ اللہ کا درس:

حضرت مولانا مفتی مصلح الدین صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

جبال العلوم:

میں نے حضرت علامہ بلیاوی رحمہ اللہ سے مسلم شریف اور ترمذی شریف مکمل پڑھی ہے، آپ جامع المعقولات تھے، اُس زمانے میں حضرت مدنی رحمہ اللہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ؛ یہ تینوں شخصیتیں ''جبال العلوم'' کہلاتی تھیں، حضرت علامہ بلیاوی رحمہ اللہ کا درس نہایت جامع مانع اور زیرِ بحث مسئلے کے تمام

گوشوں کو حاوی ہوتا، درسی تقریر اس قدر مربوط ہوتی کہ اگر ایک سیکنڈ کے لیے ذہن ہٹتا تو پھر بات کو سمجھنا مشکل ہو جاتا اور پھر کچھ پلے نہ پڑتا، لہٰذا پورے سبق میں ذہن کو اچھی طرح مستحضر رکھنا ضروری ہوتا۔

امام المعقول تو میں ہوں:

صدرا اور شمس بازغہ؛ دونوں کتابیں حضرت علامہ بلیاوی رحمہ اللہ سے متعلق تھیں، ان کتابوں میں ایک طالبِ علم فیل ہوگیا، سالانہ جلسے میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے پیچھے پلٹ کر مزاحاً حضرت علامہ سے فرمایا: حضرت! آپ تو امام المعقولات ہیں، آپ کا طالبِ علم فیل کیسے ہوگیا؟ حضرت علامہ نے پان چباتے چباتے، مسکراتے ہوئے برجستہ جواب دیا: حضرت! امام المعقول تو میں ہوں، نہ کہ فیل ہونے والا یہ طالبِ علم، اس پر سارا مجمع خوب ہنسا۔

حضرت مولانا محمد جلیل صاحب سیوہارویؒ:

حضرت رحمہ اللہ نے تقریباً ۴۵/ سال دارالعلوم دیوبند میں مشکوٰۃ شریف کا درس دیا، آپ رحمہ اللہ کا درسِ مشکوٰۃ بہت مقبول اور مشہور تھا، آپ؛ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کے تلامذہ میں سے ہیں، اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بھی بڑے معتمد تھے، فرماتے تھے: بچپن میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے دولت کدے پر کام کاج کے لیے جایا کرتا تھا اور نابالغ ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے گھرانے کی مستورات سے میرا پردہ بھی نہ تھا، البتہ بلوغ کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے زنان خانے میں جانے سے منع فرما دیا تھا۔

حضرت شیخ الہنداور خلوت کا ایک منظر:

حضرت مولانا محمد جلیل صاحب رحمہ اللہ نے مشکوۃ شریف کے سبق میں اپنا ایک چشم دیدواقعہ بیان فرمایا:

یوم عرفہ تھا۔حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ظہر کی نماز پڑھ کر مکان پر آئے اور اپنے حجرے میں خلوت کے لیے تشریف لے گئے۔شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کو چوکیداری پر مقرر کردیا کہ کسی کو حجرے میں مت آنے دینا،حضرت مدنی رحمہ اللہ چوکیداری کررہے تھے،میں چھوٹا تھا نظریں چُرا کر چُپکے سے سیدھا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے کمرے میں داخل ہوگیا،داخل ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ فرش پر پڑے ہوئے ہیں اور ان کے جمیع اعضاءِ بدن؛سر،دونوں ہاتھ،دونوں پاؤں وغیرہ الگ الگ پڑے ہوئے ہیں، میں ڈر کر فوراً کمرے سے باہر نکل آیا،حضرت مدنی رحمہ اللہ سے پوری صورتِ حال بیان کی، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مجھے سخت ڈانٹا کہ تو میری نظر بچا کر اندر کیوں گیا؟

میدانی استاذ:

حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ بہت ذہین وذکی تھے۔ان کو طلبہ میدانی استاذ کہتے تھے،اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ درس میں زیرِ بحث مسئلے پر مفصل ومدلل گفتگو کے بعد فرماتے کہ جو اس کے خلاف کچھ کہنا چاہے وہ میدان میں آئے۔من ادّعیٰ فعلیه البيان في الميدان۔اس لیے میدانی استاذ سے مشہور ہوگئے۔

حضرت مولانا محمد حسین بہاریؒ:

حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہاری بڑے شفیق استاذ تھے۔ منطق وفلسفہ پر بہت عبور تھا، مسئلے پر سیر حاصل گفتگو کے بعد طلبہ میں سے کسی غبی طالبِ علم سے مخاطب ہوکر فرماتے ''او بھینس کے انڈے! کچھ سمجھا؟ تجھے کچھ پلّے پڑا؟'' طلبہ ہنس پڑتے۔

حضرت مولانا سید اختر حسین صاحبؒ:

پھر کیا ہوا؟:

حضرت مولانا سید اختر حسین صاحب رحمہ اللہ؛ حضرت مولانا سید اصغر حسین (میاں) صاحب رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ برسہا برس تک ہدایہ اولین، نور الانوار وغیرہ کتابیں ان کے زیرِ درس رہیں۔ آپ کا سبق طلبہ میں نہایت مقبول تھا، کسی طالبِ علم کی غیر حاضری قابلِ برداشت نہ تھی، دوسرے دن فوراً غیر حاضری کا سبب دریافت کرتے، اس سلسلے میں کسی عذر کا اعتبار نہ ہوتا، ہاتھ کے عصا ہی سے خوب پٹائی فرماتے؛ ہاں! ایک ہی عذر ''نیند'' قابلِ قبول ہوتا، اگر کوئی طالب علم کہتا کہ حضرت! آنکھ لگ گئی تھی، تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں نیند کو عذر قرار دیا گیا ہے: ليس التفريط في النوم إنما التفريط في اليقظة. (الحديث) ایک مرتبہ ایک طالبِ علم سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا، اُس نے کہا: حضرت! پیٹ میں درد تھا۔ فرمایا: ''پھر کیا ہوا؟'' انہوں نے اس کو مزاحاً دردِ زہ پر محمول کیا۔ طلبہ خوب ہنسے۔

تمام کتابوں میں اعلیٰ نمبرات:

احقر مرتب عرض کرتا ہے:

حضرت مولانا مصلح الدین صاحب دامت برکاتہم نے ۱۳۸۷ھ میں فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادی صاحب رحمہ اللہ سے بخاری شریف مکمل پڑھی۔

حضرت مولانا مدظلہ ہمیشہ تمام امتحانات میں سب کتابوں میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے رہے، دورۂ حدیث میں اُس سال پونے دوسو طلبہ (۱۷۵) تھے، آپ سالانہ امتحان میں دوسرے نمبر پر کامیاب ہوئے۔

انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا ریاست علی بجنوری رحمہ اللہ (ان کی وفات کو ایک سال ہوا ہے) سابق استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند، نورالایضاح وقدوری سے لے کر دورۂ حدیث تک ہمارے رفیقِ درس رہے ہیں، ان کی اردو اور عربی تحریر بہت صاف اور شستہ تھی اور یہ ہمیشہ پرچۂ جواباتِ امتحان عربی میں لکھتے تھے اور ہم دونوں بھائی اردو میں جوابات لکھتے تھے، وہ ہمیشہ اصرار کرتے رہے کہ تم دونوں بھی پرچۂ جوابات عربی میں لکھو، مگر ہم ان سے یہی کہتے رہے کہ ہم تو اُردو ہی میں لکھیں گے۔ چناں چہ دارالعلوم دیوبند کے دستور کے مطابق ان کو عربی میں جواب لکھنے کی بنا پر استحقاق سے ایک نمبر زیادہ ملتا تھا، ہم دونوں بھائیوں کے نمبرات کی بہ نسبت ان کے نمبرات ۳ یا ۴ زیادہ تھے، لہٰذا یہ دورۂ حدیث میں نمبر اول سے کامیاب قرار پائے، ہم دونوں بھائیوں کے مجموعی نمبرات یکساں تھے، لہٰذا ہم دونوں دوسرے نمبر پر کامیاب قرار دیے گئے۔ تیسرے نمبر پر مولانا اُویس صاحب مظفرپوری (بہار) کامیاب ہوئے تھے۔

مولانا ریاست علی صاحب رحمہ اللہ کو اُردو اور عربی ادب پر بہت عبور تھا۔ دار العلوم دیوبند کے اجلاسِ صد سالہ کے موقع پر انہوں نے ''ترانۂ دار العلوم دیوبند'' کے نام سے ایک نظم کہی تھی، جس میں دار العلوم دیوبند کا بڑے شاندار انداز میں تعارف ہے، نیز اکابرِ دیوبند کا نام بہ نام بہت وقیع انداز میں تذکرہ ہے، یہ ترانہ بہت مقبول ہوا، اور بہت سے اخبارات ورسائل میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

تمہارا قیاس بہت صحیح ہوتا ہے:

یہی مولانا ریاست علی بجنوری رحمہ اللہ دورۂ حدیث والے سال میں ایک مرتبہ رات بارہ بجے ہمارے کمرے پر آئے۔ صبح میں بخاری شریف کا پرچۂ امتحان تھا۔ کہنے لگے کہ میں نے تو کل صبح کے لیے اب تک کوئی تیاری نہیں کی۔ تم دونوں بھائی بتلادو کہ کل صبح کون کون سے سوالات پرچۂ امتحان میں آنے کا امکان ہے؟ خدا کی قسم! تمہاری بتلائی جگہوں ہی کو دیکھ لوں گا، اس کے علاوہ کچھ نہیں دیکھوں گا، تمہارا قیاس بہت صحیح ہوتا ہے۔ دیگر رفقاءِ درس بھی اکثر دریافت کرتے تھے کہ پرچۂ سوالات میں کون سے سوالات آسکتے ہیں؟ ہم بتلادیتے تھے، اکثر وبیشتر پرچۂ سوالات میں اُن میں سے دو تین تو ضرور آجاتے تھے۔ چناں چہ ہم نے مولانا ریاست علی صاحب کو ممکنہ سوالات کی نشاندہی کی، اتفاق سے صبح سوالات کے پرچے میں پانچوں سوالات ان ہی میں سے آگئے۔ رفقاءِ درس حسن ظن کی بنا پر یہ سمجھتے تھے کہ اِن دونوں کا قیاس بہت صحیح ہوتا ہے؛ مگر قیاس وِیاس کچھ بھی نہ تھا، بلکہ درحقیقت وہ ایک عمل کی برکت تھی جو نور الایضاح میں باب سجود التلاوۃ کے آخر میں ''فَائِدَۃ مُہِمَّۃ'' کے زیر عنوان درج ہے۔

ایک مجرب عمل

برائے قضائے حاجات، حلِ مشکلات اور حصولِ مقاصد:

چناں چہ ہم دونوں عشاء کے بعد صلوٰۃ الحاجۃ پڑھتے، اس کے بعد اُسی ایک نشست میں آیاتِ سجدۂ تلاوت مکمل کرنے کے بعد دعا کرتے کہ اے اللہ! آئندہ کل پرچۂ امتحانات میں آنے والے سوالات ہماری نظر سے گزار دے۔ اس کے بعد کتاب کھول کر غور کرتے اور جو خیال میں آتا اُن جگہوں کو دیکھ لیتے۔

بخاری شریف کے پرچۂ امتحان میں پانچوں سوالات وہی تھے جو رات نظر سے گذر چکے تھے۔ سوالات کے پرچے میں ایک سوال حدیثِ مُصرّاۃ سے متعلق تھا، میں نے جواب کے پرچے میں سب سے پہلے حدیثِ مُصرّاۃ والے سوال کو اختیار کیا، اس کے جواب میں ۱۶/ صفحات لکھے۔ اب گیارہ بجنے والے تھے لہٰذا پرچۂ جوابات کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے دوسرے اور تیسرے سوال کے جوابات سات صفحات میں اختصار کے ساتھ لکھ دیے، اس طرح پرچۂ جوابات کُل ۲۳ صفحات پر مشتمل تھا۔ پرچۂ جوابات کے آخر میں فارسی کا یہ شعر لکھ دیا ؎

سُپردم بہ تو مایۂ خویش را — تو دانی حسابِ کم وبیش را

پرچۂ امتحان حضرت الاستاذ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمہ اللہ کے پاس تھا۔ حضرتؒ نے بخاری شریف میں مجھے ۵۳ نمبر عطا فرمائے تھے۔

دورۂ حدیث شریف کی کتابوں میں حاصل شدہ نمبرات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

بخاری شریف	۵۳	مسلم شریف	۵۱

ترمذی شریف	۵۲	ابوداؤد شریف	۵۲
نسائی شریف	۵۰	طحاوی شریف	۵۳
شمائل ترمذی شریف	۵۰	موطاامام مالک	۵۱
موطاامام محمد	۵۱		

صاحبین:

طالبِ علمی کے زمانے میں دونوں بھائی (مولانا مفتی مصلح الدین احمد صاحب اور مولانا قاری قمرالدین محمود صاحب) اساتذۂ کرام اور طلبہ کے درمیان ''صاحبین'' کے نام سے معروف تھے۔ آپ کو اساتذۂ کرام کی خصوصی توجہ، اعتماد، محبت وشفقت حاصل رہی، اساتذہ کو ان سے بڑی توقعات وابستہ تھیں، ان ہی کی توجہات اور دعاؤں کے سبب اللہ تعالیٰ نے دونوں ہی بزرگوں کو مختلف خدمات کا موقع نصیب فرمایا ؎

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دارالعلوم میں سالانہ جلسہ اور تقسیم انعامات:

دارالعلوم دیوبند میں ششماہی امتحان کے بعد ایک انعامی جلسہ منعقد ہوا کرتا تھا، جس میں پچھلے سال امتحانِ سالانہ میں کامیاب ہونے والے طلبہ کو انعام دیا جاتا تھا، اس میں تمام اساتذۂ کرام بھی شرکت فرماتے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی حیات تک ہرسال ان ہی کی زیرِ صدارت منعقد ہوتا تھا، آپ ہی کے دستِ مبارک سے طلبہ کو انعامات تقسیم ہوتے تھے۔

اس زمانے میں طلبہ کو اس طرح انعام دیے جاتے تھے:

(۱) کم از کم پانچ کتابوں میں ادنیٰ نمبرات سے کامیابی پر عمومی انعام۔

(۲) پانچ یا پانچ سے زائد کتابوں میں پچاس یا اس سے زائد نمبرات سے کامیابی پر خصوصی انعام۔

(۳) کسی بھی کتاب میں اول نمبر سے کامیابی پر خصوصی انعام۔

(۴) سال بھر کسی کتاب کا درس ناغہ نہ کرنے پر خصوصی انعام۔

مٹھائی کھلاؤ:

۱۹۵۶ء میں مذکورہ بالا انعامی جلسہ منعقد ہوا، جس میں حسبِ معمول حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دستِ مبارک سے طلبۂ عزیز کو انعامات تقسیم ہوئے۔

اسی سال جمعیۃ علماءِ ہند کا سالانہ اجلاس شہر سورت میں منعقد ہوا تھا، اس میں شرکت کے لیے حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری رحمہ اللہ (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) شیخ عبدالمنعم النّمر، شیخ عبدالعال العقباوی (مبعوثانِ جامعہ ازہر، مصر، برائے دارالعلوم دیوبند) و دیگر اساتذۂ کرام پر مشتمل ایک قافلہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کی امارت میں اس انعامی جلسے کے اختتام پر اُسی روز شام کو دیوبند سے دہرہ دون اکسپریس سے سورت روانہ ہوا۔ یہ ٹرین دوسرے روز تقریباً رات بارہ بجے سورت اسٹیشن پر پہنچتی تھی۔

چند مصالح کی بنا پر مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ (ناظمِ عمومی جمعیۃ علماءِ ہند) اور دیگر منتظمین حضرات نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اس قافلے کو سورت لانے کے بہ جائے بڑودہ اسٹیشن پر اتار لیا جائے، اور رات بڑودہ

میں قیام کرکے دوسرے روز صبح وہاں سے سورت لایا جائے۔ اس کی تعمیل پر حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی صاحب رحمہ اللہ کو مامور کیا گیا۔ ٹرین بڑودہ اسٹیشن پر رات نو بجے پہنچتی تھی۔

چناں چہ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اس قافلے کو بڑودہ اتارلیا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کا قیام ہمیشہ حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کے دولت کدے پر ہی رہتا تھا، لہٰذا پورا قافلہ ان کے یہاں فروکش ہوا۔

مکان پر پہنچنے کے بعد شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مولانا شمس الدین بڑودوی صاحب رحمہ اللہ کو قریب بٹھا کر مبارک باد وشاباشی دیتے ہوئے ان کی پیٹھ ٹھوکتے ہوئے فرمایا: ''مٹھائی کھلاؤ!'' حضرت مولانا نے عرض کیا: حضرت! کس وجہ سے مٹھائی کا مطالبہ ہے؟ تو حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''صاحبزادوں (مولانا مصلح الدین اور مولانا قمر الدین) نے دارالعلوم دیوبند میں بہت سے خصوصی انعامات حاصل کیے ہیں، انہوں نے خصوصی انعامات کی کوئی قسم باقی نہیں چھوڑی۔'' اس پر مولانا نے عرض کیا کہ ''حضرت! یہ سب آپ ہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔'' اس پر حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر میری دعاؤں میں اثر ہوتا تو محمد بہاؤالدین واپس نہ آجاتا؟'' اس پر حضرت مولانا رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ ''حضرت! وہ بھی واپس آجائے گا، ان شاء اللہ''۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے اس جملے: ''اگر میری دعاؤں میں اثر ہوتا تو محمد بہاء الدین واپس نہ آجاتا'' کی وضاحت یہ ہے: حضرت مفتی سید شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد بہاء الدین صاحب ہیں۔ تقریباً ۱۹۳۲ء میں ان کی ولادت ہوئی، ناظرہ اور ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے والد صاحب رحمہ اللہ سے حاصل کی، جامعہ حسینیہ راندیر میں حفظِ قرآنِ کریم کی تکمیل کی، پھر عربی درجۂ سوم تک جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل میں

تعلیم حاصل کی۔اور شرح وقایہ وغیرہ کتابیں مسجد فتح پوری ''دہلی'' میں پڑھیں۔

دیوبند روانگی اور گمشدگی:

۱۹۴۹ء کا زمانہ تھا، ابھی ابھی ملک آزاد ہوا تھا؛ تقسیم ہند و پاک کے نتیجے میں پیدا شدہ نفرت اور فرقہ وارانہ فسادات کے سبب حالات معتدل نہیں ہوئے تھے، بلکہ کشیدگی، تلخی اور باہم بے اعتمادی کی فضا تھی۔اسی زمانے میں مولانا سید بہاء الدین شوال میں دارالعلوم دیوبند میں درجۂ عربی پنجم میں داخلے کی غرض سے روانہ ہوئے، بڑودہ سے دہرہ دون اکسپریس سے روانگی ہوئی، دورانِ سفر ٹرین ہی میں کسی حادثے کا شکار ہوجانے کے سبب لاپتہ ہوگئے۔ والدین کو سخت صدمہ ہوا، دارالعلوم دیوبند اور صوبہ یوپی کے مختلف مدارسِ عربیہ اور دیگر تمام ممکنہ مقامات پر حتی المقدور تلاش وجستجو لاحاصل ثابت ہوئی، اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کہاں اور کس حال میں ہیں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے مولانا شمس الدین رحمہ اللہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''محمد بہاء الدین زندہ ہے، آئے گا نہیں تو کہاں جائے گا؟''

چناں چہ اس گمشدگی پر نو سال کا طویل عرصہ گذر گیا، ۱۹۵۷ء میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کا وصال ہوگیا، لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا جملہ ''قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید'' کا مصداق ثابت ہوا، حضرت مدنی رحمہ اللہ کے وصال کے ایک سال بعد مولانا بہاء الدین اچانک ایک دِن صبح میں حضرت مدنی کے آستانے پر پہنچے، حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ سے اپنا تعارف کرایا۔انہوں نے فرمایا کہ تمہارے دونوں بھائی دارالعلوم دیوبند میں امسال دورۂ حدیث میں زیرِ تعلیم ہیں، آج عصر کے بعد میں ان دونوں کو بلاؤں گا۔عصر کے بعد ان دونوں

بھائیوں کو بلا کر اپنے گمشدہ بھائی سے ملاقات کرائی اور باہمی تعارف کرایا۔ گو یا حضرت مدنی رحمہ اللہ کی پیشین گوئی وفات کے بعد صحیح ثابت ہوئی۔

افتاء اور فنون کی تکمیل:

دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔ پھر شعبۂ تدریب الافتاء میں داخلہ لے کر حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری رحمہ اللہ (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) سے افتاء کی کتابیں پڑھیں، اور فتویٰ نویسی کی مشق کرکے سالانہ امتحان میں کامیاب ہوئے، اور افتاء کی سند بھی حاصل کی۔

عکس سند الفراغ من دار الافتاء، من دار العلوم دیوبند و من السیّد مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ شاہجہاں پوری بتاریخ ۲۷ شوال ۱۳۷۹ھ

۲۱

سند الفراغ من دار الافتاء بدار العلوم الديوبندية

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى تنزهت ذاته عن الاشباه والنظائر وتقدست اسماءه وصفاته عن حدوث الاعراض فيها وحلول الجواهر تلألأت من بحارها زواهر الجواهر وجل
عن ادراكها تنزيل الابصار وحارت فيها غرر الافكار نحمده على ما هدانا بالعناية الخاصة لنور الهداية فى البداية والنهاية وارشدنا الى غاية الدراية ووفقنا
بالوقاية التى تكون فيها الكفاية عن الغواية واصلى واسلم على السراج الوهاج صدر الشريعة صاحب المعراج حاوى المقامات الرفيعة صلى الله عليه وعلى آله واصحابه
الذين خرجوا بصحبته علماء وفقهاء ووصلوا الى غاية بذلوا جهدهم عند هلال استخراج درر البحار من كنز الدقائق وتوصلوا الى تملك اللآلى القيمة من النهر الفائق
والبحر الرائق وعلى الائمة المجتهدين وتابعيهم باحسان الى يوم الدين الذين فاقوا على الاقران بصفة الاجتهاد والاستنباط وكشفوا حسب المكنة عن وجوه خزائن الاسرار
وفتحوا الايضاح الحقائق بابا من منح الغفار من بحر فتح القدير ونالوا من مبسوط فيضه العميم المحيط وبسطوا مائدة العلوم الشرعية لينال كل منها كل صغير وكبير رغبة فى تحصيل
معنى قوله عز من قائل وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون
وعملا بقوله صلى الله عليه وسلم فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد رواه الترمذى وابن ماجة وبقوله من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين رواه الشيخان
وابن ماجة واحمد فى مسنده وخياركم فى الجاهلية خياركم فى الاسلام اذا فقهوا فى الدين رواه عن عائشة صلى الله عليه وسلم لابن عباس رضى الله عنهما اللهم فقهه
فى الدين او كما قال صلى الله عليه وسلم وبعد فان اخانا فى الدين الفهيم المولوى مصلح الدين احمد بن مولانا شمس الدين المتوطن بمدينة بروده
(گجرات - الهند) قد دخل دار الافتاء من دار العلوم الواقعة بديوبند للتمرين وتحصيل علم الافتاء فى غرة شهر ذى القعدة سنة ثمان وسبعين بعد الالف
وثلثمائة (۱۳۷۸ء) من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف تحية حسب شرائط التمرين الموظفة له فطالع فيها الكتب المتعلقة بالفتوى المتداولة بين اهلها من الفتاوى الهندية
والخانية والدر المختار ورد المحتار والبحر الرائق وفتح القدير والبدائع الصنائع ورسالة رسم المفتى للعلامة الشامى وغيرها من كتب الفتاوى بامعان النظر وانتزع فيها
المدة الموظفة له وتمرن فيها وتمكن بها على استخراج المسائل من مظانها وكتب جوابات الاسئلة ووردت من اكناف واقطار شتى مشتملة على مسائل مختلفة وابواب فقهية
متنوعة فاجاد فيما كتب افاد وتمهر فيها حتى صار ان شاء الله اهلا لمنصب الافتاء هذا - وقد حباه الله تعالى طبعا سليما وفكرا صائبا وتقوى وصلاحا حسب الظاهر
والله عليم بسريرته فلما حان ان يتغيب عن السين ولا بد منه لكل مجتمعين استجازنا وطلب منا سندا ليكون له وثيقة عند الحاجة فاعطيناه هذه الورقة سندا له ولابد
منه ان منصب الافتاء من اهم الامور واصعبها له تعلق خاص بحقوق العباد وحقوق الله تعالى فلا يكون مطمح نظره الا تحقيق المعنى واظهار الصواب ولا يخاف فيه لومة لائم
واياه والتفريق بين الاجانب والاقارب فالحق احق ان يتبع على كل حال وفى كل حال وان لا ينسانا فى دعائه فى خلواته وجلواته وان لا يعدل عن طريقة اهل السنة
والجماعة والعمل بالمذهب الحنفى ورضاء الله تعالى بما امنه ويسع داخره وانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين۔

وانا احقر الزمن السيد المفتى المدعو مهدى حسن عفى عنه
خادم دار الافتاء من دار العلوم الواقعة بديوبند
۲۷ شوال ۷۹ھ

[signature]
۲۷ شوال ۷۹ھ
نائب مفتى بدار العلوم ديوبند

احقر مسعود احمد
نائب مفتى دار العلوم ديوبند ۲۷ شوال ۷۹ھ

[stamp]

[signature]
۱/۸/۷۹

جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز انگلینڈ کے طلبہ کو دی جانے والی سندِ خصوصی کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

الإجازة المسندة لسائر كتب الحديث المتداولة

حضرت مولانا المفتي السيد مصلح الدين أحمد البرودوي القاسمي

شيخ الحديث – جامعة تعليم الإسلام - ديوزبري مركز – بريطانيا

الحمد لله الذي أرسل رسوله بالحق والهدى، والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد الذي بين للناس ما نزل إليهم، بقوله، و فعله، وهديه، وسمته، بكمال الصدق والأمانة والتقى، وعلى أله وصحبه الذين فازوا بالدرجات العلى، وعلى كل من اتبعهم ودعى وهدى ونشر ونقل دينه مسلسلا بسلسلة الحفظ والإسناد في أكناف الأرض وأقطار شتى بالطرق المتوارثة المثلى، لتجزى كل نفس بما تسعى، فأمطر عليهم شآبيب رحمتك ورضوانك كما تحب وترضى عدد ما تحب وترضى.

أما بعد فأقول وأنا أضعف عباد الله الصمد، مصلح الدين أحمد البرودوي القاسمي غفر الله ذنوبه ووقاه من الخطأ والعمد

إن الفاضل   وطنه   بعد ما فرغ عن أكثر كتب الحديث سيما الصحاح الستة، وقد قرأ علي الجامع الصحيح للإمام الهمام أمير المؤمنين في الحديث أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري وغيره، قد استجازلي برواية الصحاح الستة وغيرها من كتب الحديث المتداولة، وما تيسر لي الإجازة به من الأحاديث النبوية قراءة أو سماعة أو إجازة، وأيضا طلب مني إجازة بقية كتب شتى من العلوم الدينية، فأجزت حامل هذه الورقة بأسانيدي التالية المحصلة عن مشايخي الكرام بأسانيدهم المتطرقة المتشعبة المتصلة إلى رسول الله محمد صلى الله عليه وسلم أن يروي عني الصحاح الستة والمسانيد والمعاجم والجوامع وغيرها من كتب الحديث المتداولة وبكل ما تجوز لي روايته من ذخائر الأحاديث النبوية قراءة أو سماعة أو إجازة بشرط الضبط والإتقان في الألفاظ والمعاني في الرواية، والتثبت في المقاصد والمباني في الدراية، واستقامة العقائد والأعمال على طريقة الصحابة، وعلىٰ ما كان عليه الأئمة والعلماء من أهل السنة والجماعة رحمهم الله. و كذالك أجزته من كتب علم التفسير والفقه والقراءة والتجويد و سائر المصنفات في العلوم الشرعية قراءة أو سماعا بالشروط المعتبرة عند أهل هٰذه الفنون و الشرط أملك.

أولها: قد قرأت الجامع الصحيح للإمام البخاري من أوله إلى آخره على أستاذي الثقة المحدث الشهير مولانا السيد فخر الدين أحمد المراد آبادي عام ١٣٧٨ من الهجرة النبوية الموافق ١٩٥٨ من الميلادية في دار العلوم ديوبند، يو في، الهند، فأجازني عن شيخه محمود الحسن الديوبندي، الملقب بشيخ الهند، عن الحجة العارف الشيخ محمد قاسم النانوتوي، والفقيه المحدث الشيخ رشيد أحمد الجنجوهي، كلاهما عن الشيخ المحدث الشاه عبد الغني المجددي الدهلوي ثم المدني. و أيضا يروي شيخ الهند عاليا عن الشيخ المحدث مولانا أحمد علي السهارنفوري، محشي صحيح البخاري، و عن الشيخ المحدث العارف محمد مظهر النانوتوي و عن الشيخ المحدث القاري عبد الرحمٰن الفانيفتي، وهؤلاء الأعلام كلهم عن الشيخ الشهير في الأفاق محمد إسحاق الدهلوي ثم المكي، عن حبر الأمة المفسر المحدث الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن أبيه مسند الهند الشاه ولي الله المحدث الدهلوي، بأسانيده المتشعبة المتصلة إلى النبي محمد صلى الله عليه وسلم. ح ويروي الشيخ المحدث الشاه عبد الغني الدهلوي عن الشيخ محمد عابد الأنصاري السندهي المدني، عن مشايخه الكرام رحمهم الله.

وقد قرأت الصحيح لمسلم وسنن الترمذي على أستاذي الجامع للمنقول والمعقول العلامة محمد إبراهيم البلياوي صدر المدرسين في دار العلوم ديوبند، عن أستاذه المحدث شيخ الهند محمود الحسن الديوبندي وبعده كما مر في سند الصحيح للبخاري رحمه الله تعالى.

ثانيها: أجازني الشيخ مولانا أحمد علي ديوان بن مولانا محمد يوسف اللاجفوري والسورتي عن شيخه المحدث المحقق الثقة الشهير بابا عبد الرحمن الأمروهي وهو يروي عاليا عن المحدث الزاهد الشيخ مولانا فضل الرحمٰن الكنج المراد آبادي عن حبر الأمة المفسر المحدث الشاه عبد العزيز الدهلوي وهو أعلىٰ أسانيده وكما يروي عن حجة الله فى الأرض إمام المتكلمين مولانا محمد قاسم النانوتوي والفقيه المحدث الشيخ رشيد أحمد الجنجوهي إلى أخر السند وعن العلامة المحدث المسند حسين بن محسن الأنصاري اليماني عن مشايخه الكرام رحمهم الله.

ثالثها: يروي العلامة السيد فخر الدين أحمد، الصحاح الستة وغيرها من كتب الحديث، عن قدوة المحدثين في وقته العلامة الشيخ محمد أنور الشاه الكشميري قراءة و سماعا، عن مشايخه الكرام، أجلهم الشيخ محمود الحسن، والشيخ المحدث محمد إسحاق الكشميري، وهو يروي عن الشيخ العلامة السيد نعمان عن أبيه الشيخ السيد محمود الألوسي مفتي بغداد، صاحب روح المعاني، ح ويروي العلامة الشيخ محمد أنور الكشميري عن الشيخ حسين بن الشيخ محمد الجسر الطرابلسي الشامي صاحب الرسالة الحميدية، ويتصل سنده إلى الشيخ محمد أمين المدعو الشهير بابن عابدين الشامي الحنفي، وإلى الشيخ الفقيه المحدث السيد أحمد الطحطاوي الحنفي شارح الدر المختار والمراقي الفلاح. و هذه الأسانيد مذكورة في مقدمة فيض الباري على صحيح البخاري.

رابعها: يروي شيخي العلامة السيد فخر الدين أحمد، الصحاح الستة عن شيخ الإسلام مولانا السيد حسين أحمد المدني، جميع مروياته عن مشايخه الكرام، أجلهم في الهند الشيخ محمود الحسن، ومن أهل الحجاز الشيخ حسب الله المكي الشافعي شيخ التفسير، ومولانا عبد الجليل برادة المدني، ومولانا عثمان الداغستاني مفتي الأحناف بالمدينة المنورة، ومولانا أحمد البرزنجي مفتي الشافعية بالمدينة المنورة.

خامسها: أجازني العلامة القاري محمد طيب، عن شارح أبي داود صاحب بذل المجهود، مولانا خليل أحمد المحدث السهارنفوري، عن الشيخ عبد القيوم البدهانوي عن الشيخ محمد إسحاق المحدث الدهلوي إلى آخر السند قدس الله أسرارهم.

أوصيه ونفسي بتقوى الله سرا وعلنا واتباع السنة السنية مشتغلا بنشر العلوم الدينية والدعوة إلى الله بالحكمة والموعظة الحسنة، وأن لا ينساني ومشايخي في صالح دعواته في خلواته و جلواته. اللهم ثبته على ما ترضى ووفقه لكل خير. آمين.

أنا العبد المجيز القائل بلسانه والراقم ببنانه :-

خادم الحديث النبوي . جامعة تعليم الإسلام . ديوزبري . بريطانيا

التاريخ .... هـ الموافق .... م

جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز انگلینڈ کے طلبہ کو دی جانے والی سندِ مسلسلات کا عکس

مولانا محمد زكريا — مصلح الدين أحمد البرودوي القاسمي — مولانا محمد زكريا

مولانا خليل أحمد — مولانا محمد مظهر — مولانا مملوك علي — مولانا رشيد الدين

مولانا محمد يحيى — مولانا رشيد أحمد — الشاه عبد الغني — مولانا أبو سعيد

الإجازة المسندة للأحاديث المسلسلة

حضرت مولانا المفتي السيد مصلح الدين أحمد البرودوي القاسمي

شيخ الحديث – جامعة تعليم الإسلام – ديوزبري مركز – بريطانيا

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب يرفع به أقواما ويضع به آخرين، وبعث محمدا رسولا أمينا في الأميين، بمسلسل الفضل المبين، ونوادر الدر الثمين، فجعله أعلم الأولين والآخرين، بلغ الرسالة وأدى الأمانة ونصح الأمة، فقام بأعباء النبوة خير قيام في العالمين، فأثنى عليه ربه بقوله: لعلك باخع نفسك أن لا يكونوا مؤمنين. والصلوة والسلام عليه وعلى آله وأصحابه الذين رفعوا رايات الإسلام، ومنار السنة بثلج اليقين وبلج الجبين، وعلى أتباعه الأوائل والأواخر الحماة للدين، المعتصمين بحبل الله المتين، المحدثين والفقهاء المستنبطين الراسخين، الذين نزهوا كلام سيد المرسلين، مميزين عن زيف المخلطين المدلسين، وتصدوا إلى جمع سنن من سنن سيد المرسلين، وتدوين ما تفرق منها في أقطار بلاد المسلمين، بتفرق الصحابة والتابعين الحاملين. وبذلك حفظت السنن وسلمت عن زيغ المبتدعين، وتحريف الجهلة الغالين وانتحال المبطلين، وأوضحوا وجوه معالم الدين، وأفضحوا وجوه الشك بكشف النقاب عن وجه اليقين، فجرت منهم ينابيع العلم والحكمة وفقه الدين.

أما بعد فيقول العبد المفتقر إلى الله غافر الذنب وقابل التوب من الخطأ والعمد، السيد مصلح الدين أحمد بن مولانا المفتي شمس الدين البرودوي القاسمي تغمده الله برحمته وتجاوز عن سيئاته وخطيآته ووفقه التزود لغد:

إني قد سمعت الرسائل الثلاثة، أولاها :الفضل المبين من حديث النبي الأمين، وثانيها :الدر الثمين من مبشرات النبي الأمين، وثالثها: النوادر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر، كلها من مصنفات حجة الإسلام وقدوة الأنام الشاه ولي الله المحدث الدهلوي، وأيضا الحديث المسلسل بضيافة الأسودين التمر والماء، والحديث المسلسل بإجابة الدعاء عند الملتزم، حين القراءة على حافظ القرآن والحديث العلامة بركة العصر سيدى وسندى مولانا محمد زكريا الكاندهلوي ثم المدني، شيخ الحديث في مظاهر العلوم، سهارنفور (الهند) عام ١٣٧٩ من الهجرة النبوية الموافق ١٩٥٩ من الميلادية.

إن الفاضل .... وطنه ....

سمع مني مما قرأت عليّ الرسائل المذكورة وغيرها وطلب مني إجازتها، فأجزته أن يرويها عني كما أجازني بها حافظ القرآن والحديث العلامة بركة العصر سيدى وسندى مولانا محمد زكريا الكاندهلوي ثم المدني، شيخ الحديث في مظاهر العلوم، سهارنفور (الهند)، بشرائطه المعتبرة عند أهل هذه الطريقة المثلى، وأخبرني أنه قد حصل له الإجازة عن العلامة الشيخ الثقة شارح أبي داود صاحب بذل المجهود: مولانا خليل أحمد المحدث السهارنفوري رحمه الله تعالى، صدر المدرسين في مظاهر العلوم، سهارنفور (الهند)، وسنده الموثق مذكور في مقدمة أوجز المسالك ولامع الدراري وغيرهما ومعروف عند علماء الحديث.

أوصيه ونفسي بتقوى الله في العلن والنجوى، وأن يجتنب الإحداث في الدين والتفريق بين المسلمين، وأن يحترز عن طلب اللذات الدنيوية وحماتها، وعن إساءة الأدب بأكابر الأمة وهداتها، وأن يشتغل بنشر العلوم الدينية والدعوة إلى الله بالحكمة والموعظة الحسنة، مقتفيا لآثار السلف الصالحين، عاضا بنواجذه على ما مضى عليه القرون المشهود لها بالخير من الصحابة والتابعين والفقهاء المحدثين، وأن لا ينساني ومشايخي في صالح دعواته في خلواته وجلواته .وأسأل الله أن يوفقني وإياه لما يحبه ويرضاه، ويسلك به سبيل العلماء العاملين، والله المستعان وعليه التكلان، وهو الموفق لكل خير، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

أنا العبد الضعيف المجيز:

خادم الحديث النبوي ، جامعة تعليم الإسلام ، ديوزبري ، بريطانيا

التاريخ............هـ   الموافق............م

الشاه عبد العزيز — الشاه ولي الله — الشاه عبد العزيز

دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں تدریسی خدمات:

۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء ماہِ شعبان میں دارالعلوم دیوبند سے اپنے وطن بڑودہ واپسی ہوئی۔ دارالعلوم اشرفیہ، راندیر؛ سورت کا قدیم ترین مدرسہ ہے۔ اس وقت حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ) مدرسے کے مہتمم تھے، انہوں نے آپ کو درجاتِ عربی کے مدرس کی حیثیت سے مدعو کیا۔ چناں چہ اسی سال شوال میں آپ وہاں تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ نے ہدایہ آخرین اور دیگر کچھ کتابیں تدریس کے لیے تجویز فرمائیں۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر آپ کا حکم ہو تو پڑھا دوں گا، ورنہ میرے مزاج اور طبیعت کے خلاف ہے۔ حضرت مولانا احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ حضرت مولانا مدظلہ نے عرض کیا: ''میں ابتدائی کتابوں کی تدریس کرتے ہوئے اوپر جانا چاہتا ہوں'' چناں چہ انہوں نے شرح وقایہ، نفحۃ العرب اور درجہ عربی دوم کی کتابیں تجویز فرمائیں۔ دارالعلوم اشرفیہ میں آپ دو سال رہے۔

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں:

اس کے بعد حضرت مولانا محمد سعید بزرگ سملکی رحمہ اللہ کی دعوت پر آپ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تدریسی خدمات کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں مقاماتِ حریری، مختصر المعانی، ترجمۂ قرآن (نصف ثانی) اور درجۂ عربی اول کی کتابیں زیرِ درس رہیں۔ جامعہ میں آپ کا قیام تین سال رہا، پھر کچھ گھریلو حالات کی بنا پر یکم جنوری ۱۹۶۵ء میں مستعفی ہو کر مستقل طور پر بڑودہ شہر میں مقیم رہے۔

دارالعلوم بڑودہ تاندلجہ کا قیام اور تدریسی خدمات:

۱۹۷۰ء میں ''دارالعلوم بڑودہ'' قائم ہوا۔ اس سے قبل شہر اور ضلع بڑودہ میں کوئی عربی مدرسہ نہیں تھا۔ حضرت مولانا اس کے تاسیسی ممبرِ شوریٰ رہے، رفتہ رفتہ اس مدرسے نے ترقی کی، یہاں تک کہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں یہاں دورۂ حدیث شروع ہوا، حضرت مولانا کو یہاں کا صدر مدرس بنادیا گیا۔ ترمذی شریف، نسائی شریف اور ہدایہ آخرین کی تدریس آپ کے حوالے کی گئی، پانچ چھ سال تک یہی کتابیں آپ سے متعلق رہیں۔ پھر آپ کو شیخ الحدیث بنادیا گیا، اور تقریباً بارہ، تیرہ سال بخاری شریف (مکمل)، مسلم شریف (مکمل) اور حدیث وفقہ وغیرہ مختلف علوم وفنون کی کتابیں آپ کے پاس رہیں۔

جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری میں:

جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری، تبلیغی مرکز تقریباً چالیس سال سے قائم ہے۔ وہاں امریکہ، کینیڈا، جرمنی، فرانس، بارباڈوس وغیرہ تقریباً تیرہ ملکوں کے طلبہ زیرِ تعلیم ہیں، پہلے مشکوٰۃ شریف تک تعلیم تھی، دورۂ حدیث شریف کے لیے طلبہ کو تبلیغی مرکز نظام الدین، دہلی، انڈیا، یا کسی اور جگہ بھیج دیا جاتا تھا۔ آج سے چند سال پیشتر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمہ اللہ وغیرہما نے انتظامیہ کو وہیں دورۂ حدیث شریف شروع کرنے کو فرمادیا تھا، مگر اس کی تعمیل ٹلتی رہی، تا آں کہ رفتہ رفتہ حصولِ ویزا کی مشکلات، آب وہوا کی عدمِ موافقت اور امراض کی کثرت وغیرہ مختلف وجوہ ومصالح کی بنا پر انگلینڈ اور یورپ کی مجلس شوریٰ نے کسی تاخیر کے بغیر دورۂ حدیث شریف شروع کیا، اور باتفاق رائے بخاری شریف کی تدریس کے لیے حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ

کا اسم گرامی تجویز ہوا۔ چناں چہ یورپ کے دوسالہ جوڑ، تبلیغی مرکز نظام الدین میں شرکت کے بعد محترم حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ اور دیگر ارا کینِ شوریٰ نے بڑودہ حاضر ہوکر بہ اصرار حضرت مولانا مدظلہ کو ڈیوزبری مرکز پر تشریف آوری کی دعوت دی۔ ان حضرات کی فرمائش کے احترام میں حضرت مولانا مدظلہ اواخرِ نومبر ۱۹۹۷ء میں ڈیوزبری مرکز پر تشریف لے آئے۔ اور جنوری ۱۹۹۸ء سے دورۂ حدیث شریف کا افتتاح ہوا۔ حضرت موصوف تقریباً بائیس سال سے بحمد اللہ بخاری شریف (مکمل) اور ترمذی شریف (مکمل) کی تدریس میں مشغول ہیں۔ اس طویل عرصے میں برطانیہ کے علاوہ پرتگال، جرمنی، کینیڈا، امریکہ، پناما، بارباڈوس، فرانس، اسپین وغیرہ ممالک کے طلبہ نے بھی آپ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف وغیرہ کتابیں پڑھی ہیں۔ برطانیہ میں اب تک تقریباً پانچ سو (۵۰۰) طلبہ کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا، جو مختلف ممالک میں متعدد دینی شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اس سے قبل بارہ سال دارالعلوم بڑودہ، تاندلجہ، انڈیا میں بخاری شریف کا درس دیا۔ اس طرح تقریباً چونتیس (۳۴) سال سے بخاری شریف کی تدریس کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی اس تدریسی خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا مدظلہ کی جامع مانع تقریر، صاف، شستہ اور دل نشیں اندازِ بیان وغیرہ خصوصیات کی بنا پر آپ کا درس طلبہ میں بہت مقبول و پسندیدہ ہے۔

حضرت حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (امیرِ دعوت وتبلیغ برطانیہ و یوروپ) نے اپنے انتقال سے کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب سے ایک دن فرمایا: بحمد اللہ! ہمارے مرکز کے فضلا اپنے اپنے ممالک وعلاقوں میں دعوت وتبلیغ کے ساتھ دیگر دینی وملی خدمات بھی حتی المقدور بہ حسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، لہٰذا آپ کا فیض تو

بہت عام ہوگیا۔ یہ نہایت امید افزا بات ہے، اورقوی امید ہے کہ آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت ثابت ہوں گے۔ إن شآء اللہ تعالیٰ، وما ذلک علی اللہ بعزیز.

دارالعلوم دعوۃ الایمان، بریڈفورڈ میں تدریسِ بخاری:

محترم حافظ پٹیل صاحب (امیرِ دعوت وتبلیغ برطانیہ ویورپ) کے دستِ مبارک سے تقریباً بیس (۲۰) سال قبل دارالعلوم دعوۃ الایمان، بریڈفورڈ، یوکے، کی بنیاد پڑی۔ وہاں برطانیہ اور دیگر ممالک کے عموماً دوسو طلبہ قیام وطعام کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا سعید صاحب زید مجدہ اس کے مہتمم اور روحِ رواں ہیں، موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں بالخصوص انتظامی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ قلیل عرصے میں دارالعلوم ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے برطانیہ کے ممتاز دینی تعلیمی اداروں میں شمار ہونے لگا ہے، تقریباً دس بارہ سال سے یہاں دورۂ حدیث بھی شروع ہوچکا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق:

جس سال وہاں دورۂ حدیث کے آغاز کی بات آئی، تو محترم حافظ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب سے وہاں بھی بخاری شریف پڑھانے کی فرمائش کی، مگر حضرت مولانا نے اپنی پیرانہ سالی، ضعف اور دیگر مصروفیات کے باعث معذرت کردی، تو حافظ صاحب مرحوم نے ایک سال کے لیے بخاری شریف کے افتتاح کو مؤخر کردیا۔ اگلے سال حافظ صاحب نے دوبارہ حضرت مولانا کے سامنے اپنی التماس دہرائی، اور عرض کیا: ''میں کسی اور سے بخاری شریف پڑھوانا نہیں چاہتا، اگر آپ پڑھادیں گے تو مجھ پر آپ کا بڑا احسان ہوگا'' اس جملے کے بعد مولانا انکار نہ کرسکے۔ چناں چہ حضرت

مولانا نے وہاں بھی بخاری شریف (جلد اول) کی تدریس کا بیڑا اٹھالیا۔

ع بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

ابتدا میں چند سال بخاری شریف (جلد اول) کے ساتھ ترمذی شریف (مکمل) بھی زیرِ تدریس رہی۔ مگر پچھلے پانچ سال سے قلب کے عارضے کی بنا پر آپ نے ترمذی شریف کی تدریس سے معذرت کردی۔ جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری میں بخاری شریف (مکمل) اور ترمذی شریف (مکمل) زیرِ تدریس ہیں، شاید ہی اللہ کے کسی بندے کو بیک وقت دو اداروں میں بخاری شریف کی تدریس کی سعادت حاصل ہو۔ فللہ الحمد والشکر.

ع کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے!

ایک خواب جو چودہ سال کے بعد شرمندۂ تعبیر ہوا:

حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ نے فرمایا:

میں شاذ و نادر ہی خواب دیکھتا ہوں، مجھے خواب بہت کم آتے ہیں۔ اپنے وطن شہر بڑودہ کے قیام کے دوران ایک مرتبہ کسی کام کے سبب دو چار دن کے لیے بمبئی جانے کا اتفاق ہوا، کھوکھا بازار کی مسجد میں میرا قیام تھا، وہاں میں نے آخرِ شب میں خواب دیکھا کہ میرے سامنے کچھ لوگ بیٹھے ہیں، جن کو میں پہچان نہ سکا، میں نے ان کے سامنے "الجامع الصحیح للبخاری" کا ابتدائی باب "باب كيف كان بدء الوحي إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقول الله عز وجل: إنا أوحينا إليک كما أوحينا إلى نوح والنبيين من بعده إلخ" پڑھا، اور درسی تقریر شروع کردی۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی، اخیر شب میں تہجد کا وقت تھا، میں نے اٹھ کر وضو کیا، مسجد ہی میں نمازِ تہجد پڑھ کر سوچتا رہا کہ اِس خواب کا

کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ جب کہ میں وطن مالوف چھوڑ کر باہر کسی جگہ نہ جانے کا حتمی فیصلہ کر چکا تھا، اس وقت بڑودہ شہر میں کسی عربی مدرسے کا وجود نہ تھا، اور نہ ہی مستقبل قریب میں کسی عربی مدرسے کی تاسیس وقیام کا امکان تھا۔ لہٰذا دل دل میں سوچا کہ یہ خواب (تدریسِ بخاری) بہ ظاہر حقیقت سے ہمکنار اور شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

لیکن اللہ جل شانہ قادرِ مطلق ہے، اپنی قدرتِ کاملہ سے ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے، چناں چہ بڑودہ شہر میں ایک عربی مدرسے کی بہ نام "دارالعلوم بڑودہ" بنیاد پڑی، اور ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے ۱۹۸۰ء میں وہاں پہلی مرتبہ دورۂ حدیث شروع ہوا، اور صدر مدرس کی حیثیت سے میرا تقرر عمل میں آیا۔ پھر ۱۹۸۶ء میں بخاری شریف (مکمل) کی تدریس میرے حوالے کردی گئی۔ اس کے بعد جامعہ تعلیم الاسلام، ڈیوزبری میں بھی بخاری شریف میرے ذمہ کی گئی۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

چند ممتاز تلامذہ:

حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کے دارالعلوم اشرفیہ راندیر اور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل کے دورِ تدریس میں، متعدد ممتاز اور نامور علما کو آپ سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔ جن کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری مدظلہ (شیخ الحدیث وسابق صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل)۔

حضرت مولانا احمد اداصاحب گودھروی رحمہ اللہ۔

مولانا عمر جی صاحب رحمہ اللہ (سابق استاذ حدیث دارالعلوم بری، یوکے)۔

مولانا عبداللہ صاحب وہالو مدظلہ (سابق استاذ دارالعلوم بری، یوکے) وغیرہ۔

ان حضرات نے دارالعلوم اشرفیہ، راندیر میں آپ سے شرفِ شاگردی حاصل کیا۔

جامعہ ڈابھیل میں آپ سے کسبِ فیض کرنے والے چند مشہور شاگرد:

حضرت مولانا مفتی محمد صاحب آچھودی مدظلہ (مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم ماٹلی والا، بھروچ)

مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ (سابق مفتی جامعہ ڈابھیل وحال شیخ الحدیث ومفتی جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت)۔

مولانا یوسف صاحب کوٹھی مدظلہ (استاذ حدیث دارالعلوم کینٹ، لندن، یوکے)۔

مولانا مفتی موسیٰ بسم اللہ ڈابھیلی رحمہ اللہ (سابق مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)۔

مولانا ابوالقاسم صاحب دَمَّنی (استاذ حدیث جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری تبلیغی مرکز، یوکے)

مولانا مفتی احمد بن یعقوب صاحب دیولوی مدظلہ (مہتمم واستاذ التفسیر والحدیث والفقہ جامعہ علوم القرآن جمبوسر، وسابق مدرس جامعہ ڈابھیل ومفتی دارالعلوم ماٹلی والا، بھروچ)

مولانا امین الرشید دَمَّنی مدظلہ (مہتمم دارالعلوم دَمَّن، سابق مدرس جامعہ ڈابھیل)

مولانا بشیر احمد حَدَّادِی ''اَلحَدَّاد'' کوکنی (سابق استاذ الحدیث دارالعلوم حسینیہ شِرِی وَردَھن، کوکن، مہاراشٹر)

ڈیوزبری مرکز کے ممتاز فضلاء کا اجمالی تذکرہ:

(ا) بیرونِ یوکے کے فضلاء:

(۱) مولوی طاہر نواز جرمنی: سن فراغت: ۱۹۹۸ء۔ دورۂ حدیث کی سب سے پہلی جماعت میں تھے۔ فی الحال فرینک فورٹ کی ایک مسجد میں امامت، مکتب کے ساتھ ساتھ

دیگر دینی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔

(۲) مفتی عاصم رشید وین کور، کینیڈا: سنِ فراغت: ۱۹۹۹ء۔ فراغت کے بعد بنوری ٹاؤن، کراچی سے افتاء کیا۔ اس کے بعد وین کور میں ایک مدرسہ قائم کیا، ابھی دورۂ حدیث تک تعلیم جاری ہے۔ گذشتہ چار پانچ سال سے میلبورن، آسٹریلیا منتقل ہو چکے ہیں۔ وہاں امامت کے ساتھ ایک اسکول بھی چلا رہے ہیں، نیز وہیں سے مذکورہ بالا مدرسہ میں آن لائن بخاری شریف اور دیگر کتب کی تدریس بھی کر رہے ہیں۔

(۳) مولوی نورالدین: سنِ فراغت: ۱۹۹۹ء (کینیڈا میں امامت وخطابت)۔

(۴) مولوی ازہر صوبیدار: سنِ فراغت ۲۰۰۰ء۔ (امریکہ میں امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ سوشل کاموں میں بھی خوب حصہ لیتے ہیں)۔

(۵) مولوی عمر صوبیدار: سنِ فراغت ۲۰۰۱ء۔ (فی الحال ٹورنٹو میں مثابہ نامی ایک مدرسے کے رئیس ہیں اور بخاری اکیڈمی میں بھی کام کر رہے ہیں۔ انگریزی زبان میں بخاری شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، دو جلدیں مکمل ہو چکی ہیں، تیسری جلد کا کام جاری ہے)

(۶) مولوی کاشف احمد: سنِ فراغت: ۲۰۰۲ء۔ (امریکہ میں امامت ومکتب کی خدمت انجام دے رہے ہیں)۔

(۷) شیخ فیصل چیما: سنِ فراغت: ۲۰۰۲ء۔ (امریکہ میں امامت ومکتب کی خدمت انجام دے رہے ہیں)۔

(۸) مولوی عمران انور ملک: سنِ فراغت ۲۰۰۲ء۔ (ناروے میں امامت ومکتب کی خدمت انجام دے رہے ہیں)۔

(۹) مولوی قمر منیر: سنِ فراغت ۲۰۰۲ء (مرکزِ دعوت وتبلیغ، ناروے میں امام ہیں)۔

(۱۰) مولانا عبدالوحید: سنِ فراغت ۲۰۰۳ء۔ (نوروے میں امامت ومکتب کی خدمت انجام دے رہے ہیں)۔

(۱۱) مفتی سعید احمد: سنِ فراغت ۲۰۰۶ء۔ بارباڈوس، برج ٹاؤن میں مقیم ہیں۔ فراغت کے بعد آزادوِل ساؤتھ افریقہ میں افتاء کی تکمیل کی۔ ۲۰۱۰ء میں موصوف اور مولانا زکریا نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے مشورے سے ایک عربی مدرسہ دارالایمان کی بنیاد رکھی۔ ابھی مشکوٰۃ شریف تک تعلیم جاری ہے، موصوف مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ بھی پڑھا رہے ہیں۔

(۱۲) مفتی زکریا پانچ بھایا: سنِ فراغت ۲۰۰۶ء۔ (ٹورنٹو، کینیڈا میں ایک مدرسے میں مسلم شریف وغیرہ کتابیں پڑھا رہے ہیں)۔

(۱۳) مولوی حذیفہ پانچ بھایا: سنِ فراغت ۲۰۰۶ء۔ (مالٹن مسجد میں امامت کرتے ہیں، ایک مدرسے میں عربی درجۂ دوم تک کتابیں پڑھا رہے ہیں)۔

(۱۴) مولوی عاصم: سنِ فراغت ۲۰۰۶ء۔ (مقیم فی الحال نوروے، فراغت کے بعد ڈاکٹری کی، ابھی ایک سرجری چلا رہے ہیں اور دیگر دینی خدمات بھی انجام دیتے ہیں)۔

(۱۵) مولوی محمد امین: سنِ فراغت ۲۰۰۶ء۔ (سنگاپور میں مقیم ہیں، وہاں اچھا کام کررہے ہیں)۔

(۱۶) مولوی عمران اڈمانی: سنِ فراغت ۲۰۰۶ء۔ (مقیم تنزانیہ، مساجد ومدارس کی تعمیرات کا کام کررہے ہیں)۔

(۱۷) مولوی وقاص ظہیر: سنِ فراغت ۲۰۰۶ء۔ (ڈین مارک اور سویڈن میں اچھا کام کررہے ہیں)۔

(۱۸) مولوی ظہیر غنی: سنِ فراغت ۲۰۰۸ء۔ (مقیم ٹری نیڈاڈ، اپنے والد صاحب کے ساتھ ایک بڑی اسکول قائم کی ہے، اس میں دوسو بچے زیرِ تعلیم ہیں، ایک مکتب بھی چلاتے ہیں، اور دیگر دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں)۔

(۱۹) مولوی انور پٹیل (۲۰) مولوی عبدالعزیز بھیکو (۲۱) مولوی محمود

(۲۲) مولوی قاری عبداللہ: یہ چاروں پناما کے باشندے ہیں۔ یہاں حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ کے مشورے سے قائم شدہ ایک عربی مدرسہ ہے، اس میں درجۂ مشکوٰۃ تک تعلیم ہے۔ جس میں ساؤتھ امریکہ، کینیڈا، بارباڈوس، چلی، برازیل وغیرہ کے ایک سودس طلبہ زیرِ تعلیم ہیں، یہ چاروں علما اسی مدرسے میں مدرس ہیں۔

(۲۳) مولوی سعود: سنِ فراغت: ۲۰۱۶ء دارالعلوم دعوۃ الایمان بریڈفورڈ سے۔ (ساؤتھ امریکہ، چیلی میں امامت اور مکتب کی خدمت انجام دے رہے ہیں)۔

(۲۳) مولوی ابراہیم بشار: سنِ فراغت: ۲۰۱۶ء دارالعلوم دعوۃ الایمان بریڈفورڈ سے۔ (فی الحال وینیز ویلا میں امامت، مکتب اور اسکول کی خدمات دے رہے ہیں)۔

(۲) یوکے کے فضلاء:

(۱) مولوی فاروق قاضی پریسٹن: سنِ فراغت ۱۹۹۸ء۔ ۲۰۰۲ء میں ''الانصار'' نامی ایک ادارہ قائم کیا اور ۲۰۱۹ء میں ایک ادارہ ''الصفہ'' نامی قائم کیا۔ فی الحال درجۂ عربی اول تک وہاں تعلیم جاری ہے۔ بہت فعال ومتحرک ہیں۔ نیز دیگر دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(۲) مولوی عمران حسین، ہڈسفلڈ: سنِ فراغت ۱۹۹۸ء۔ امامت ومکتب کے ساتھ

ساتھ دیگر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(۳) مولوی عبداللہ مایت، بریڈفورڈ: سنِ فراغت ۱۹۹۹ء۔ مسجدِ بلال میں امامت کررہے ہیں۔ ایک لیڈس قید خانے میں دوسو مسلم قیدی ہیں، اُن کے مسائل و ضروریات کی نگرانی وانتظام، ان کو جمعہ پڑھانا وغیرہ امور انجام دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں مسجدِ نورالاسلام میں مسجد اورمکتب کی نگرانی کرتے ہیں۔ اس مکتب میں تین سو بچے بچیاں زیرِ تعلیم ہیں۔

(۴) مولوی اسماعیل بھانا، بریڈفورڈ: سنِ فراغت ۲۰۰۰ء۔ فراغت کے بعد بارباڈوس میں امامت ومکتب میں خدمت کی، ۲۰۱۱ء میں بریڈفورڈ واپس آ گئے اور مسجد نورالاسلام میں امامت کررہے ہیں، اور مدرسہ نورالاسلام میں مسلم شریف، جلالین شریف وغیرہ کتب پڑھارہے ہیں۔ امسال ۲۰۲۱ء سے بخاری شریف بھی ان کے ذمہ رہے گی۔ اِن شاء اللہ

(۵) مولوی عمر کھلوڈیا: سنِ فراغت ۲۰۰۱ء۔ فراغت کے بعد ایک سال تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگایا، پھر دوسال پناما کے مدرسے میں عربی دوم، سوم، چہارم کی کتابیں پڑھائی، ۲۰۰۴ء میں دعوۃ الایمان، بریڈفورڈ میں آ گئے، وہاں ترجمۂ قرآن، جلالین، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ کتابیں متعلق ہیں۔ اس کے علاوہ دفتری امور کی نگرانی واشتغال ہے۔

(۶) مولوی مجاہد علی، لندن: سنِ فراغت ۲۰۰۲ء۔ فراغت کے بعد جامعہ دمشق کلیۃ الشرعیہ میں احادیث واصول الحدیث میں سماعت کی۔ ابراہیم کالج، لندن میں عربی زبان وادب، قراءات سبعہ، مشکوٰۃ شریف (تین سال سے) ترمذی شریف آپ کے زیرِ

درس ہیں۔

(۷) مولوی شفیع چودھری، لیسٹر: سنِ فراغت ۲۰۰۲ء۔ فی الحال ہوم آفس کے لیے کام کرتے ہیں اور قید خانوں کے ائمہ کو ٹریننگ دیتے ہیں، نومسلم مردوں اور عورتوں کی تعلیم وتربیت کا ایک اہم ادارہ ہے، اس میں بھی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(۸) مولوی حذیفہ دودھات، لندن: فراغت ۲۰۰۳ء۔ مسجدِ ابوبکر میں امامت کراتے ہیں، ایک مکتب بھی چلاتے ہیں، اور اسلامک اسکول میں ٹیچر ہیں۔

(۹) مولوی ظہیر بوڈی، لیسٹر: سنِ فراغت ۲۰۰۳ء۔ ایک مدرسہ قائم کیا ہے، جس میں دوسو بچے زیرِ تعلیم ہیں۔

(۱۰) مولوی ذاکر اچھا، پریسٹن: کاشف العلوم نامی ایک مکتب قائم کیا ہے، جس میں بچوں کے لیے دو حفظ کلاس ہیں اور بچیوں کے لیے ایک حفظ کلاس ہے، ایک عالمہ کلاس ہے، جس میں درجۂ عربی چہارم تک بچیاں زیرِ تعلیم ہیں۔

(۱۱) مفتی انس، بریڈ فورڈ: سنِ فراغت ۲۰۰۴ء۔ جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ نامی ایک مدرسہ قائم کیا ہے، اور حدیث وفقہ کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔

(۱۲) مولوی ناصر ضمیر، برمنگھم: سنِ فراغت ۲۰۰۵ء۔ اسکول چلاتے ہیں اور مکتب پڑھاتے ہیں۔

(۱۳) مفتی شہباز ایڈنبرا: سنِ فراغت ۲۰۰۶ء۔ فراغت کے بعد دارالعلوم کراچی میں مفتی رفیع ومفتی تقی عثمانی صاحبان سے تین سال میں افتاء کیا، پھر ایڈنبرا میں ۲۰۰۹ء سے گیارہ سال تک مسجدِ عائشہ میں امامت وخطابت کے ساتھ ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور بخاری شریف کے کچھ ابواب پڑھائے۔ فی الحال ایک دارالافتاء اور ایک مصلّٰی قائم کیا

ہے۔بہت فعال ومتحرک ہیں۔

(۱۴) مولوی ناصر خان، مولوی اکبر ولی، مولوی اسامہ انصاری، مولوی عرب علی:
یہ چاروں جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز ہی میں درجۂ حفظ اور درجاتِ عربی کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ان میں سے بعض اسکول میں ٹیچر بھی ہیں۔

نوٹ: ۱۹۹۸ء سے تا سالِ رواں ۲۰۲۰ء جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز سے فارغ شدہ علما وفضلاء کی تعداد تو پانچ سو سے متجاوز ہے، جو اپنے اپنے مقامات پر دعوت وتبلیغ کے علاوہ مختلف شعبوں میں دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔سب کا اجمالی تذکرہ بھی ناممکن ہے۔ یہ چند نام ’’مشتے نمونہ ازخروارے‘‘ کے طور پر لکھ دیے گئے ہیں۔’’قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مُرا‘‘۔

......اور چلہ لگ گیا:

دعوت وتبلیغ کے کام سے ہمیشہ سے ذہنی طور پر اطمینان واتفاقِ کُلّی کے باوجود عملی طور پر وقت لگانا نصیب نہ ہوا تھا، چلہ تو کجا ایک دن بھی اب تک نہیں لگا تھا۔

۱۹۶۷ء میں بڑودہ میں عالمی تبلیغی اجتماع طے ہوا، اس کی تیاریاں جاری تھیں۔ اجتماع سے تقریباً تین ماہ قبل میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں فجر کی نماز سے فارغ ہوکر دوڑتا بھاگتا ہوا تا حدِ نظر پھیلے ہوئے ایک وسیع وعریض پنڈال میں داخل ہوا، جس میں جماعت والوں کے بستر اور سامان تاحدِ نظر پھیلا پڑا ہے، اس پنڈال میں صرف حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت پر نظر پڑتے ہی میں شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہوگیا کہ حضرت جی کیا کہیں گے؟ اتنا بڑا ہوکر اس میں سنجیدگی اور وقار نہیں، دوڑتا

بھاگتا اندر آگیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت جی بہت پریشان ہیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت! کچھ تکلیف ہے، اس قدر پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا کہ دیکھو میری نمازِ فجر باقی ہے اور سورج طلوع ہونے کے قریب ہے، وقت ختم ہو رہا ہے اور میرے سوا یہاں کوئی نگران اور محافظ نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت! آپ اطمینان سے نمازِ فجر پڑھ لیجیے، میں یہاں نگرانی کرتا ہوں۔ حضرت جی نمازِ فجر کے لیے چلے گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔

اب میں سوچنے لگا کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے؟ میرے دل میں خیال آیا کہ غالباً اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ مجھے جماعت میں کچھ وقت لگانا چاہیے۔ اُس زمانے میں حضرت قاضی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ صوبۂ گجرات کے امیر تھے اور اجتماع کی تیاری کے پیشِ نظر مختلف صوبوں کے لیے چلے کی جماعتیں تشکیل پا رہی تھیں، مغربی بنگال، کلکتہ، وغیرہ کے لیے ایک جماعت تیار ہو رہی تھی، قاضی صاحب رحمہ اللہ نے مجھ سے بھی اس جماعت میں شرکت کو فرمایا، میں بھی تیار ہو گیا اور میرا پہلا چلہ لگا۔

اس اجتماع میں تقریباً ایک لاکھ کا مجمع تھا، پنج وقتہ باجماعت نمازیں اسی بڑے پنڈال میں ہوتی تھیں۔ امامت کے لیے مشورے سے میرا ہی نام طے ہوا، لہٰذا تین روز تک یہ خدمت انجام دی۔ الحمدللہ۔

حضرت جی کی خدمت:

۱۹۶۴ء میں ''چھاپی'' صوبۂ گجرات، انڈیا میں تبلیغی اجتماع ہوا تھا، حضرت جی مولانا یوسف رحمہ اللہ اُس وقت حیات تھے، اجتماع میں شرکت کے بعد صوبۂ گجرات کے تقریباً تمام مدارسِ عربیہ کا حضرت جی نے اپنے قافلے سمیت دورہ کیا تھا۔ اس دورے میں حضرت جی

مع قافلہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل تشریف لائے تھے اور ایک روز جامعہ ہی میں قیام رہا تھا، مولانا سید مصلح الدین احمد اور مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی رحمہ اللہ صاحبان اُس زمانے میں جامعہ ڈابھیل میں مدرس تھے۔ مولانا محمد سعید بزرگ سملکی رحمہ اللہ (مہتمم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل) نے دورانِ قیام حضرت جی مولانا یوسف رحمہ اللہ کے پورے قافلے کے قیام وطعام کے نظم وغیرہ کی ذمہ داری ان دونوں صاحبان کوسپرد کی تھی۔ عشاء کے بعد حضرت جی اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، مولانا مصلح الدین احمد صاحب نے حضرت جی سے عرض کیا: حضرت! میں آپ کے پیر دبانا چاہتا ہوں۔ حضرت جی فوراً لیٹ گئے اور فرمایا کہ اچھا دبالو۔ لہٰذا حضرت جی کے پاؤں دبانے کا موقع بھی میسر آیا۔ الحمد للہ.

اسی سفر میں فجر کی نماز کے بعد جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کی مسجد میں حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بہت مؤثر بیان ہوا تھا، دورانِ بیان حضرت جیؒ ایک بات ارشاد فرمانے کے قریب ہو گئے، عنقریب آپ کی زبانِ مبارک پر وہ بات آنے والی تھی (فی الحال وہ بات ذہن میں نہیں آرہی ہے) بہ قول مولانا مصلح الدین احمد صاحب: میں اور حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحبؒ اس بیان میں شریک تھے اور ذرا دور دور بیٹھے تھے، ہم دونوں کے ناقص خیال میں وہ بات کسی وجہ سے اس مجمع کے مناسب نہ تھی، لہٰذا ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، مگر حضرت جیؒ اپنی فراستِ ایمانی سے فوراً تاڑ گئے، تو انہوں نے فوری طور پر اپنی بات کا رُخ بدل دیا اور اس بات کو نظر انداز کر گئے۔

مختلف دینی وملی خدمات:

حضرت مولانا بڑودہ قیام کے زمانے میں تدریس کے ساتھ ساتھ جمعیۃ علماء صوبۂ گجرات، گجرات دینی تعلیمی بورڈ، بڑودہ شہر مسجد سبھا وغیرہ متعدد تنظیموں کے ساتھ وابستہ رہ کر مختلف دینی وملی خدمات انجام دیتے رہے۔

بڑودہ میں امامت:

سب سے پہلے پانی گیٹ مسجد، بڑودہ میں سات سال امامت فرمائی۔ پھر جامع مسجد، بڑودہ میں اکیس سال تک امامت کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی اور پابندی کے ساتھ انجام دیا۔ نیز چالیس سال تک بیس رکعات تراویح بھی پڑھائی۔ الحمد للہ۔

فقہی اور تصنیفی خدمات:

آپ نے بڑودہ قیام کے زمانے میں اصلاح المسلمین، گجرات کی طرف سے قائم شدہ دارالافتاء میں برسوں تک افتاء کی خدمت انجام دی۔ زبانی اور تحریری استفتاء کے جوابات دیتے رہے۔

حضرت مولانا مدظلہ نے مختلف موضوعات پر فقہی مقالات بھی لکھے ہیں۔ جو إدارة المباحث الفقهية اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فقہی اجتماعات میں پڑھے گئے، اور طبع بھی ہوئے۔ نیز ”اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی حدودِ شرعیہ“، ”سنت اور بدعت کی حقیقت“ اور ”انمول حج“ وغیرہ رسائل بھی مولانا کے قلم سے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔

علما میں مقبولیت ومحبوبیت:

ایک اچھے مفتی:

آپ کا شمار علماءِ گجرات کے اعلیٰ طبقے میں ہوتا ہے، اہلِ علم کے یہاں قدر ومنزلت اور پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کے بعض رسائل پر لکھی جانے والی تقاریظ میں علماءِ کرام کی درجِ ذیل آراء اس کی شاہدِ عدل ہیں۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ (سابق رئیس دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر) ''اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی حدودِ شرعیہ'' پر اپنی تقریظ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں: ''مولانا مفتی مصلح الدین صاحب ایک اچھے مفتی اور قرآن کریم، حدیث وفقہ کا وسیع مطالعہ رکھنے والے عالمِ دین ہیں''۔

نام ہی کافی ہے:

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری مدظلہ (شیخ الحدیث وسابق صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل) اپنی ایک تقریظ کے آخر میں رقم طراز ہیں:

''استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب دامت برکاتہم نے بھی ان نئے حالات وضرورتوں کے پیشِ نظر ''انمول حج'' نامی کتاب لکھ کر اس موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔ کتاب کے مستند ومعتبر ہونے کے لیے موصوفِ محترم کا نام ہی کافی ہے۔''

محقق، ماہر اور تجربہ کار مفتی:

حضرت مولانا مفتی اسماعیل بھڑکودروی صاحب رحمہ اللہ (سابق صدر مفتی دارالعلوم

کنتھاریہ و سابق شیخ الحدیث جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، انڈیا) ''انمول حج'' پر اپنی تقریظ کے آخر میں لکھتے ہیں: ''اس کتاب کے مستند و معتبر ہونے کے لیے بہ طورِ مصنف محترم مفتی صاحب (مولانا مصلح الدین احمد) کا نام نامی اسمِ گرامی ہی کافی ہے۔ کیوں کہ محترم مفتی صاحب صوبہ گجرات، انڈیا کے عظیم الشان علماءِ حق میں سے ایک تجربہ کار، سنجیدہ، کہنہ مشق عالمِ دین ہیں۔ آپ راندیر، ڈابھیل، بڑودہ کے مدارسِ عربیہ میں حدیث، فقہ و دیگر علوم وفنون کی تدریس میں عرصۂ دراز تک مشغول رہے ہیں۔ کئی سال تک دارالعلوم بڑودہ تاندلجہ، میں تدریسِ بخاری شریف اور افتاء کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، اور فی الحال جامعہ تعلیم الاسلام، ڈیوزبری مرکز، یوکے میں شیخ الحدیث کے طور پر تعلیمی و تدریسی مشغلہ جاری ہے۔ کئی فقہی مجالس و اجتماعات میں احقر کو محترم مفتی صاحب مدظلہ کے ساتھ مختلف مباحثِ فقہیہ میں حصہ لینے اور موصوف کے فقہی مقالات سننے کا موقع میسر آیا، جس میں احقر نے موصوفِ محترم مدظلہ کو ایک محقق، ماہر، مستند اور تجربہ کار مفتی کی حیثیت سے پایا ہے۔

باعثِ فخر و شرف:

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دیولوی دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ علوم القران، جمبوسر) اپنی ایک تقریظ کی تمہید میں لکھتے ہیں: ''میں حضرت مولانا مفتی مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کا ایک ادنیٰ شاگرد رہ چکا ہوں، میں مولانا صاحب جیسے بزرگوں کے فیض کی روشنی ہی میں کچھ نوشت و خواند کے قابل ہوسکا ہوں۔ لہٰذا ایسے بزرگوں کی کسی تحریر کے بارے میں اپنا اظہارِ خیال ورائے ایک بے جا جسارت ہی ہے، مگر چوں کہ مولانا موصوف کا حکم ہے، اس کی خلاف ورزی بھی مناسب نہیں، اس لیے ان کے تعمیلِ حکم میں دو سطریں لکھنے کی جرأت کر رہا

ہوں، اوراس کو اپنے لیے باعثِ فخر وشرف محسوس کررہا ہوں۔“

بیعت وتزکیۂ نفس:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے آستانے پر:

حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ کے والد ماجد سمیت پورا گھرانہ تزکیہ واحسان کے لیے حضرت مدنی قدس سرہ سے وابستہ تھا۔ اس لیے مولانا مدظلہ کا بھی قلبی میلان ورجان حضرت مدنی رحمہ اللہ ہی کی طرف تھا کہ درس نظامی کی تکمیل کے بعد اصلاح نفس کے لیے حضرت ہی سے بیعت ہوجائیں گے، مگر مشکوٰۃ کے سال ہی حضرت مدنی کی وفات ہوگئی۔

اس کے بعد آج سے تقریباً پینتیس (۳۵) سال قبل حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ مُڈانوی، پالن پوری (بانی ومہتمم دارالعلوم ماہی، پالن پور) اور حضرت مولانا یوسف مُتالا صاحب رحمہ اللہ (بانی وشیخ الحدیث درالعلوم بری، انگلینڈ) (دونوں حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کے مجاز تھے) کے استفسار واصرار پر حضرت مولانا مدظلہ نے ایک تفصیلی تحریر لکھی تھی۔ جو یہاں بعینہٖ نقل کی جارہی ہے:

حضرت مولانا یوسف مُتالا صاحبؒ کے نام ایک مکتوب:

باسمہٖ سبحانہ

مکرم بندہ حضرت مولانا یوسف مُتالا صاحب زیدت معالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ تین چار روز پیشتر محب ومکرم مولانا کفایت اللہ صاحب مُڈ انوی زیدمجدہ بڑودہ غریب خانے پر تشریف لائے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ دورانِ ملاقات میں نے مولانا یوسف مُتالا صاحب سے تم دونوں کے سنائے ہوئے واقعات کا تذکرہ کیا، چناں چہ مولانا یوسف مُتالا صاحب نے یہ واقعات قلم بند کرانے کا مجھ سے شدید تقاضا واصرار فرمایا، پھر مولانا کفایت اللہ صاحب کا بھی شدید اصرار رہا کہ اولین فرصت میں اپنے قلم سے یہ واقعات تحریر کرکے مجھے بھیج دیے جائیں، میں مولانا یوسف صاحب کو ارسال کردوں گا۔ بہرحال! آپ دونوں کے ایماء پر درجِ ذیل تحریر ارسال خدمت ہے۔

۱۳۷۷ھ میں احقر اور برادر عزیز مولانا سید قمر الدین محمود صاحب (ناظم اعلیٰ اصلاح المسلمین، بڑودہ، گجرات، انڈیا) دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھے۔ مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں زیرِ درس تھیں، اگلے سال شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے دورۂ حدیث پڑھنے کے تصور وشوق سے اور دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد حضرت مدنی قدس سرہ ہی سے بیعت ہوجانے کے مسرت انگیز جذبات سے ہمارے قلوب معمور تھے۔ ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے ان کے دارالعلوم دیوبند، تشریف لانے سے قبل قیام سلہٹ ہی کے زمانے سے وابستہ ہوچکے تھے، ان ہی سے بیعت تھے، ہمیشہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ سلہٹ میں رمضان شریف گزارنے کا معمول بھی تھا۔ اس لیے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کو حضرت مدنی قدس سرہ سے بہت گہرا تعلق تھا، اور حضرت مدنی رحمہ اللہ بھی والد صاحب سے بڑی شفقت ومحبت فرماتے تھے، اور والد صاحب حضرت مدنی رحمہ اللہ کے بڑے معتمد تھے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ میں ششماہی امتحان کے قریب حضرت مدنی رحمہ اللہ کی وفات کی وجہ سے نیک تمناؤں کے حسین خوابوں کے شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکنے کے نتیجے میں حزن وملال اور حسرت ویاس کے سیاہ بادل قلب پر چھا گئے۔ مگر اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿النجم: ۲۴﴾ اور

ماكل ما يتمنى المرأ يدركه
تجرى الرياح بما لاتشتهيه السفن

کو تسکین وتسلیِ قلب کا ذریعہ بنایا۔

اب اُسی وقت سے ہم دونوں بھائی سوچنے لگے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تو رخصت ہو چکے، اب کس سے بیعت ہونا چاہیے؟ اُس وقت حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ، برکۃ العصر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ اور حضرت تھانویؒ کے بہت سے خلفاء حیات تھے، اُن میں سے کس سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے؟ بہت غور وفکر کرتے رہے، مگر کسی ایک طرف قلب وطبیعت کا فیصلہ کن میلان ورجحان نہ ہوسکا، طبیعت میں ہر وقت تشویش وپریشانی رہتی تھی۔ اسی کیفیت پر سات ماہ گذر گئے، اگلے سال دورۂ حدیث بھی شروع ہوگیا۔

دیوبند میں حضرت شیخ زکریا صاحبؒ سے نیاز:

اُس زمانے میں حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ بھی دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے، اتفاق سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا، جس میں شرکت کے لیے حضرت شیخ بھی سہارن پور سے دیوبند تشریف لائے۔

دیوبند تشریف آوری کے وقت حضرت شیخ کا قیام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دولت کدے پر رہتا تھا۔ چوتھے گھنٹے میں بخاری شریف کا درس ہوتا تھا، حضرت الاستاذ فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی رکن شوریٰ تھے، انہیں بھی اجلاس شوریٰ میں شریک ہونا تھا، اس لیے اگلے دن ہی حضرت الاستاذ نے دورۂ حدیث کے طلبہ کو فرمادیا تھا کہ کل سبق نہ ہو سکے گا۔ اُس روز بخاری شریف کے سبق کی چھٹی تھی، بازار سے کچھ ضروریات خریدنی تھیں؛ اس لیے آج کی چھٹی کو غنیمت سمجھ کر ہم دونوں بھائی بازار کے ارادے سے نکلے۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر دروازے سے ابھی سڑک پر پہنچے تھے کہ ہم نے پیچھے مڑ کر نظر کی تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کو ہم نے مدنی منزل سے نکل کر قبرستان قاسمی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔

حضرت مدنی کے مزار پر حضرت شیخؒ کا مراقبہ وکیفیت:

ہم دونوں بھائی بازار کا ارادہ ملتوی کر کے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پیچھے پیچھے چل دیے، اُس وقت صرف اُن کے ایک خادم ہاتھ میں چٹائی لیے ہوئے ساتھ میں تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ آگے آگے اور ہم تینوں پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ قبرستان قاسمی پہنچ کر جس درخت کے نیچے عام طور پر زائرین اپنی جوتیاں نکال کر آگے بڑھتے ہیں، اس درخت تک پہنچ کر ہم دونوں بھائی وہاں کھڑے ہو گئے، حضرت شیخ کے خادم نے آگے بڑھ کر حضرت کے ایماء سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی قبر مبارک کے پاس چٹائی بچھادی، اور وہ خادم بھی واپس آکر اُس درخت کے نیچے ہمارے پاس کھڑے ہو گئے۔

دارالعلوم دیوبند کے سات سالہ قیام کے دوران حضرت شیخ رحمہ اللہ سے دو تین مرتبہ

مصافحہ اور ملاقات سے زیادہ کی نوبت نہیں آئی تھی، ہمارے اور حضرت شیخ کے درمیان اس سے قبل قطعاً کوئی تعارف نہ تھا۔ بہرحال! حضرت شیخ رحمہ اللہ اُس چٹائی پر چہار زانو بیٹھ گئے، اور اشارے سے صرف ہم دونوں بھائیوں کو بلایا، اور اپنے پیچھے بیٹھ جانے کو ارشاد فرمایا۔ چناں چہ احقر حضرت شیخ کی داہنی جانب اور برادرِ عزیز مولانا قمرالدین محمود بائیں جانب بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ مراقب ہو گئے، دورانِ مراقبہ حضرت شیخ رحمہ اللہ پر گریہ وبُکاء کی عجیب وغریب کیفیت طاری ہوگئی، حضرت کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی، اور کُرتے کا اگلا حصہ بھی تر ہوگیا۔ اسی کیفیت کے ساتھ حضرت شیخ مکمل پون گھنٹہ مراقب رہے، پون گھنٹے کے بعد حضرت شیخ کھڑے ہو گئے، ہم بھی کھڑے ہو گئے، خادم نے آگے بڑھ کر چٹائی لپیٹ لی۔

حضرت شیخؒ کا باطنی تصرف:

حضرت شیخ رحمہ اللہ نہایت سکون ووقار کے ساتھ دارالعلوم کی طرف روانہ ہوئے، ہم تینوں بھی خاموشی کے ساتھ پیچھے پیچھے چل دیے، حضرت شیخ رحمہ اللہ بابِ مدنی سے دارالعلوم کے اندر داخل ہوکر احاطۂ مولسری میں ہوتے ہوئے دفترِ اہتمام کے زینے پر چڑھ گئے، ہمارا حجرہ دفترِ اہتمام کے نیچے ہی تھا، ہم دونوں اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اب تک بیعت کے سلسلے میں تشویش، تذبذب اور کسی ایک طرف طبیعت کا پختہ رُسوخ اور جماؤ نہ ہو سکنے کی بنا پر چھ سات ماہ سے لاحق پریشانی کا خاتمہ ہوگیا، اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے دورانِ مراقبہ ہی ہم دونوں کی طبیعت وقلب کا میلان بیعت واصلاحی تعلق کے سلسلے میں بالکلیہ حضرت شیخ کی طرف ہوگیا، اس کو حضرت شیخ کا باطنی تصرف ہی کہا جا سکتا ہے۔ کمرے میں

آنے کے بعد ہم دونوں نے آپس میں ایک دوسرے کی رائے معلوم کی، تو دونوں کی طبیعت پورے طور پر حضرت شیخ کی طرف راغب و مائل ہو چکی تھی۔ فالحمد للہ علی ذلک اور اُسی وقت ہم دونوں نے حضرت شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جانے کا عزم مصمم کر لیا؛ مگر ہمیں معلوم تھا کہ حضرت شیخ دورۂ حدیث شریف سے فراغت سے قبل بیعت نہیں فرمائیں گے؛ اس لیے چار پانچ ماہ مزید انتظار کرنا پڑا۔

بہ غرضِ بیعت حاضری کی اجازت:

دورۂ حدیث شریف سے فراغت اور رمضان المبارک کی تعطیلات گزارنے کے بعد ہم دونوں نے افتاء اور تجوید و قراءت میں عشرہ کی تکمیل کے لیے داخلہ لیا، اور اسی دوران ہم نے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بہ غرض بیعت حاضری کی اجازت کے سلسلے میں عریضہ ارسال کیا، جواب موصول ہوا کہ آسکتے ہو۔ چناں چہ ہم دونوں دیوبند سے روانہ ہوئے، قبیل ظہر سہارن پور پہنچے۔ حضرت شیخ سے ظہر کے وقت مسجد میں ملاقات کا شرف نصیب ہوا، ظہر کے بعد حضرت شیخ کے دولت کدے پر حاضری ہوئی۔ تحتانی کمرے میں پہنچ کر حاضری کا مقصد عرض کیا، جس پر حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا: ''دیکھو! اس وقت حضرت تھانوی قدس سرہ کے بہت سے خلفاء موجود ہیں، اُن میں سے کسی سے بیعت ہو جاؤ۔ نیز حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ بھی آج کل سہارن پور ہی میں قیام پذیر ہیں، وہ میرے بھی بڑے ہیں، روزانہ عصر سے عشاء تک میں خود اُن کی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں۔ تم چاہو تو میں خود حضرت رائے پوری سے سفارش کر کے تم دونوں کو حضرت سے بیعت کرا دوں۔'' اور میرے پیارو! اسعد اور یوسف (حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ و حضرت

جی مولانا یوسف رحمہ اللہ) ان دونوں لونڈوں پر تو مجھے رشک آرہا ہے؛ دونوں ہَوا پر اُڑ رہے ہیں۔ان میں سے کسی سے بیعت ہوجاؤ۔

اچھا کل بیعت کرلیں گے:

ہم نے عرض کیا کہ حضرت ہم تو آپ کے علاوہ اور کسی سے بیعت ہونا نہیں چاہتے، مگر حضرت شیخ رحمہ اللہ بار بار مذکورہ جملے دُہراتے رہے،ممکن ہے کہ ہماری پختگی اور استقلال کا امتحان لینا مقصود ہو۔ بالآخر ہم نے حضرت شیخ سے عرض کردیا کہ حضرت! ہم مجبور ہیں،آپ کے علاوہ اور کسی طرف طبیعت وقلب کا میلان قطعاً نہیں، اگر خدانخواستہ آپ نے ہماری درخواست منظور نہ فرمائی تو کسی اور سے بیعت نہ کرنے کا ہم قطعی اور حتمی فیصلہ کرچکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت شیخ خاموش ہوگئے،تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا:''اچھا کل فجر کی نماز کے بعد مسجد میں تمہیں بیعت کرلیں گے۔'' چناں چہ دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد ہم دونوں کو حضرت شیخ نے بیعت سے مشرف کیا،اُس روز اُس مجلس میں صرف ہم دو ہی بیعت ہونے والے تھے، یہ ماہ صفر ۱۳۷۹ھ کا واقعہ ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں سہارن پور بہ کثرت حاضری ہوتی رہی، ہر ہفتہ جمعرات کے روز دیوبند سے بہ ذریعہ دہرہ دون اکسپریس قبیل ظہر سہارن پور پہنچ جاتے، اور شنبہ کی صبح دیوبند واپسی ہوتی تھی۔ اُس زمانے میں صبح کی چائے کے بعد حضرت شیخ کا معمول اپنے فوقانی کمرے میں ساڑھے گیارہ بجے تک تصنیف وتالیف کا تھا، اور باہر کھلے صحن میں متوسلین وذاکرین کو بارہ تسبیح اور ذکر جہری کے لیے لے جاتے، ذاکرین اپنے ذکر کی مقدار باہر بیٹھ کر پوری کر کے روانہ ہوجاتے تھے، چناں چہ سہارن پور حاضری کے

دوران ہم بھی چائے کے بعد حضرت شیخ کے ہمراہ اوپر جاکر اسی جگہ ذکر کرتے تھے، ایک مرتبہ ہم دونوں اسی طرح حضرت شیخ کے ہمراہ فوقانی حجرۂ تصنیف کے باہر ذکر کے لیے روانہ ہوئے، زینے پر حضرت شیخ آگے آگے تھے اور ہم پیچھے، اُس روز زینے پر تین چار درجے ہی چڑھنا ہوا، اتنے میں حضرت شیخ نے پیچھے مُڑ کر خلافِ معمول زینے کے دروازے کو اندر سے کنڈی لگادی، پھر زینہ چڑھنا شروع کیا، ہم پیچھے ہی تھے، چڑھتے چڑھتے حضرت شیخ نے اپنے کُرتے کی آستینیں خوب اچھی طرح چڑھالیں، زینے کے آخری درجے پر فوقانی دروازے پر پہنچ کر پیچھے پلٹ کر ہم سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے پیارو! تمہیں معلوم ہے، آج میں نے اندر سے کنڈی کیوں لگادی؟ اور آستینیں کیوں چڑھالیں؟ پھر فرمایا دیکھو میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں:

جب حضرت شیخؒ نے حضرت مدنیؒ سے فرمایا:

میں آپ سے لڑنا چاہتا ہوں……

ایک مرتبہ حضرت مدنی قدس سرہ تشریف لائے تھے، اور اسی طرح ہم دونوں فوقانی کمرے میں جانے کے لیے زینے پر آئے، تو میں نے اسی طرح اندر سے زینے کے کواڑ بند کرلیے، اور اسی طرح آستینیں چڑھا کر حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوگیا، اور کہا کہ آج میں آپ سے اچھی طرح لڑنا چاہتا ہوں۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے بڑے استعجاب سے دریافت فرمایا: آخر کیوں؟ یہ وہ زمانہ تھا جس میں حریت وآزادیِ وطن کے سلسلے میں حضرت مدنی قدس سرہ کی سیاسی مصروفیات ومشغولیات اپنے شباب پر تھیں، اور میرا خیال یہ تھا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ ان مصروفیات کی وجہ سے ارشاد وافاضۂ باطنی وتزکیۂ نفوس سے غفلت

برت رہے ہیں۔ لہٰذا حضرت مدنی کے اس استفسار ''آخر کیوں لڑنا چاہتے ہو؟'' کے جواب میں؛ میں نے عرض کیا حضرت! آپ کو اپنے اکابر واسلاف کے ذریعے جو نعمت عُظمیٰ حاصل ہوئی ہے، اُس سے توجہ ہٹا کر ان سیاسی کاموں میں اس قدر انہماک واشتغال مناسب نہیں۔ اس روز میں نے بہت سخت انداز میں گفتگو کی۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ خاموشی سے گردن جھکائے میری اس ملامت کو سنتے رہے۔

جب میں اپنی سخت گفتگو سے فارغ ہو چکا، تو حضرت مدنی نے ایک سرد آہ کھینچی، اور شیروانی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر خطوط کا ایک پلندہ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے وہ خطوط ملاحظہ کیے، تو وہ سب متوسلین کی جانب سے حضرت مدنی کے نام لکھے ہوئے تھے اور اصلاحِ باطن سے متعلق ہدایات طلبی، باطنی احوال وکوائف کی اطلاع، روزانہ کے اپنے معمولات کی تفصیلات وغیرہ پر مشتمل تھے۔ وہ خطوط دیکھ کر مجھے اپنی بے جا جسارت پر بہت ندامت وشرمندگی ہوئی، گویا کہ یہ خطوط پیش کر کے حضرت مدنی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ میں اس عظیم خدمت ونعمت سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوں۔ اس کے بعد آخر حیات تک یہ معمول رہا کہ ہر ملاقات کے وقت متوسلین ومریدین کے کچھ خطوط ملاحظہ کے لیے پیش فرما دیتے تھے۔

سوا لاکھ مرتبہ اسمِ ذات کا معمول:

پھر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اُس روز مجھے اُن خطوط میں سے ایک خط پڑھ کر سخت حیرت اور تعجب ہوا۔ کیوں کہ سالکین میں سے کسی صاحب نے اپنے خط میں روزانہ

سوالاکھ مرتبہ ذکر اسم ذات کا اپنا معمول تحریر کیا تھا۔۔۔۔۔۔حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہاں تو سوالاکھ کی مقدار تک ذکر اسم ذات کرنے والے تھے، اور میرے یہاں تو اب تک کوئی شخص یومیہ پچاس ہزار کی مقدار کو بھی نہیں پہنچا!!! اس پر ہم نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کے یہاں اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہاں تو فرق ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا: وہ کیا؟ ہم نے عرض کیا: حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہاں تو ذکر اسم ذات سِرًّا اور بغیر ضرب کے ہے، اور آپ کے یہاں ذکر اسم ذات بالضرب والجہر ہے، لہٰذا پچاس ہزار تک پہنچنا بھی مشکل ہے۔ اس پر حضرت شیخ خاموش رہے، اور کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ واقعہ سنا کر حضرت شیخ حجرے میں تشریف لے جا کر تصنیف وتالیف میں مصروف ہو گئے۔

رجب ۱۳۹۷ھ میں جس وقت ہم دار العلوم دیوبند میں تھے، اس وقت حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا گرامی نامہ موصول ہوا (اس زمانے میں حضرت کی آنکھوں میں نزولِ آب کی شکایت نہ تھی، حضرت اپنے دست مبارک ہی سے خطوط تحریر فرماتے تھے): فلاں تاریخ کو مسلسلات کا ختم ہے، تم دونوں بھائی آجاؤ۔ اس قسم کے موقع پر خطوط لکھنے کا میرا معمول نہیں؛ مگر محض محبت وتعلق کی بنا پر خلاف معمول تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ چناں چہ ہم دونوں شریک ہوئے۔ حضرت شیخ نے اپنی خصوصی سند پر اپنے دستِ مبارک ہی سے ہمارے نام تحریر فرمائے، اور اپنے دستخط ثبت فرما کر اپنی خصوصی عنایت سے نوازا۔ آخر حیات تک حضرت شیخ کی بے انتہا شفقت ومحبت ہر معاملے میں رہی؛ حتی کہ ہم لوگ اپنے گھریلو اور نجی معاملات تک دریافت کرتے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے مفید وخصوصی مشوروں سے نوازتے۔

قرض لینے میں کبھی دشواری نہ ہوگی:

فراغت کے بعد ہم ابتدائی چند سالوں میں مالی واقتصادی پریشانیوں میں مبتلا رہے۔ والد صاحب رحمہ اللہ کا کافی قرض تھا، حضرت شیخ ہمیشہ ہمت افزائی فرماتے رہے، اور دعا بھی فرماتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: دیکھو میرے پیارو! میں قرض لینے میں بہت مشاق ہوں، مجھے بہ آسانی قرض مل جاتا ہے، میں تم کو بھی ایک تدبیر بتلاتا ہوں، اگر اس پر عمل پیرا رہے تو ان شاء اللہ کسی سے قرض لینے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی، بہ آسانی قرض مل جائے گا۔ وہ یہ کہ مُقرض سے اداءِ قرض کی میعاد متعین کرلو، اور متعینہ میعاد پر کسی طرح بھی اس کے قرض کی ادائیگی کا اہتمام، انتظام والتزام کرلو، اگر خدانخواستہ اس وقت تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو، تب بھی کسی اور جگہ سے لاکر اُس کا قرض ادا کردو، اگر یہ معمول رہا تو بہ آسانی قرض دستیاب ہوسکتا ہے۔ ہم نے بارہا اس پر عمل کیا۔ بحمداللہ کسی وقت کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔ آخر حیات تک حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی بے انتہا شفقتوں اور توجہات شاملِ حال رہنے کے باوجود اپنی نااہلی اور کم مائیگی کے باعث استفادہ نہ کرسکنے کا نہایت افسوس وقلق ہے۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
خضر از آب حیواں تشنہ لب آرد سکندر را

حق تعالیٰ شانہ اپنی شایان شان حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنی گوناگوں رحمتوں اور ترقی درجات سے نوازے، اور حضرت شیخ کے فیوض وبرکات اور آثر علمیہ وعملیہ سے امت مسلمہ کو

زیادہ سے زیادہ فیض یاب فرمائے۔ آمین۔

تلک آثارنا تدل علینا
فانظروا بعدنا إلی الآثار

فقط والسلام۔ سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی

خادم حدیث دار العلوم بڑودہ، گجرات، انڈیا

۱۷/شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ

۲۷/اپریل ۱۹۸۶ء، یک شنبہ

حضرت ہردوئیؒ کی طرف رجوع:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے محی السنّہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا، اور اُن سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ اُن کی خانقاہ میں گاہے گاہے حاضری بھی ہوتی رہی، اور اُن کی حسبِ ہدایت معمولات بھی جاری رہے، تا آں کہ حضرت ہردوئی کی وفات ہوگئی۔

حضرت مولانا قمر الزمان صاحب کی طرف رجوع:

حضرت ہردوئی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے حضرت مولانا قمر الزمان الہ آبادی دامت برکاتہم العالیۃ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیا۔ خط وکتابت سے مسلسل رابطے میں رہ کر، اور بسا اوقات حاضرِ خدمت ہوکر آپ کی ہدایات پر عمل پیرا رہے۔

خلافت واجازتِ بیعت

اسی دوران ایک دن حضرت مولانا قمر الزمان صاحب مدظلہ کا درج ذیل گرامی نامہ موصول ہوا:

باسمہ تعالیٰ

مجی المکرم زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ ۲۵ /صفر ۱۴۲۵ھ کا فیکس موصول ہوا۔ وظائفِ مسطورہ سے واقفیت ہوئی، پہلے بھی معلوم ہوا تھا اس کا جواب فوراً ہی لکھا تھا، مگر تعجب ہے کہ موصول نہ ہوا۔ خیر! ثانیاً وظائف وخدمات علمیہ کو معلوم کر کے شدت سے اس امر کا تقاضائے قلبی ہوا کہ آپ کو اجازت دوں، لہٰذا اس کو اپنی سعادت سمجھ کر توکلاً علی اللہ تعالیٰ آں جناب کو چاروں سلاسلِ صوفیہ صافیہ میں بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں، اس کو قبول فرمائیں، اور منجملہ وظائف کے اس کو بھی وظیفۂ واجبہ سمجھیں، اور اس کے حق کی ادائیگی کا لحاظ فرمائیں۔ اس حقیر کے لیے دعاءِ خیر وعافیت فرمائیں، یہ حقیر بھی آں جناب کے لیے دعاءِ خیر وبرکت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خدمتِ طریق کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین واللہ الموفق۔ والسلام۔

محمد قمر الزمان الہ آباد، الہند ۳/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۴/ اپریل ۲۰۰۴ء

عکسِ مکتوبِ حضرت مولانا قمر الزمان صاحب زیدت معالیہ

(6)

اللہ تعالیٰ خدمت طریق کی توفیق مرحمت فرمائے آمین واللہ الموفق والسلام

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی — ۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ ۲۴ اپریل ۲۰۰۴ء

الٰہ آباد — الہند

مکتبہ دار المعارف
۳۰۷/۴۶۶ بخشی بازار الٰہ آباد
یو پی، الہند

بیت الاذکار
۶۳۹/ب وصی آباد الٰہ آباد، یو پی، الہند

محمد قمر الزمان الٰہ آبادی

MOHD. QAMARUZZAMAN ALLAHABADI

MAKTABA DARUL MAARIF-ALLAHABAD
407 / 466, BAKHSHI BAZAR, ALLAHABAD - 211003. (U.P.) INDIA.
PHONE : 603411

BAITUL AZKAR
639 / B, WASIABAD, ALLAHABAD - 211003. (U.P.) INDIA.
PHONE : 550438 FAX : 0532-602084

باسمہ تعالیٰ

محبی الکرم زید مجدکم — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ ۲۵ صفر ۲۵ھ کا فیکس موصول ہوا۔ وظائف مذکورہ سے واقفیت ہوئی۔ پہلے بھی معلوم ہوا تھا اسکا جواب فوراً ہی لکھا تھا مگر تعجب ہے کہ موصول نہ ہوا۔ خیر۔ ثانیاً وظائف و خدماتِ علمیہ کو معلوم کرکے مسرت سے اس امر کا تقاضائے قلبی ہوا کہ آپ کو اجازت دوں۔ لہٰذا اسکو اپنی سعادت سمجھکر توکلاً علی اللہ تعالیٰ آنجناب کو چاروں سلاسلِ صوفیہ صافیہ میں بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اسکو قبول فرمائیں اور منجملہ وظائف کے اسکو بھی وظیفۂ واجبہ سمجھیں۔ اور اس کے حق کی ادائیگی کا لحاظ فرمائیں اس حقیر کے لئے دعائے خیر و عافیت فرمائیں۔ یہ حقیر بھی آنجناب کے لئے دعائے خیر وبرکت کرتا ہے۔ اللہ خدمتِ طریق کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین واللہ الموفق

والسلام — محمد قمر الزماں الٰہ آبادی
الٰہ آباد — الہند

۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
۲۴ اپریل ۲۰۰۴ء

حج کے اسفار:

حج سے متعلق سوال کے جواب میں حضرت مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ نے فرمایا:

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کی مجلس میں:

حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: مفتی طاہر سورتی صاحب نے مجھے فون کرکے بتلایا کہ حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہ نے زبانی طور پر نیز فون کرکے بہ اصرار فرمایا کہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کی وہ باتیں جس قدر یاد ہوں، اپنی یادداشت کے مطابق حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب سے تحریر کرالی جائیں۔ چناں چہ حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہ کی تعمیل حکم میں ان ملفوظات کے قلم بند کیے جانے کی گزارش کررہا ہوں۔

اب تک تقریباً بائیس حج ہوئے ہیں، اُن میں سب سے پہلا حج انڈیا سے ۱۹۶۳ء میں بحری جہاز سے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل کے زمانۂ تدریس میں ہوا، اس سفر میں مدینہ منورہ کے دورانِ قیام حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمہ اللہ (صاحبِ فیض الباری) کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا بدر عالم رحمہ اللہ صاحب اُس وقت مفلوج ہونے کی وجہ سے چِت لیٹے رہتے، حرکت کرنے سے معذور تھے، لیکن ہوش وحواس بالکل صحیح تھے، اچھی طرح گفتگو فرماتے تھے۔ روزانہ مغرب سے آدھا گھنٹہ پہلے تک مکان پر حضرت والا کی مجلس ہوتی تھی، جس میں انڈیا، پاکستان اور مختلف ممالک کے

حجاج بڑی تعداد میں شریکِ مجلس ہوکر حضرت والا کے ملفوظات وارشادات سے فیض یاب ہوتے تھے، اور اختتامِ مجلس پر مصافحہ کرکے رخصت ہوجاتے۔ ہم دونوں بھائی (مصلح الدین احمد ومولانا قمرالدین محمود) بھی شریک ہوتے تھے۔ایک دن اختتامِ مجلس پر بہ وقتِ مصافحہ حضرت والا نے فرمایا کہ میں تم دونوں کو تین روز سے پابندی کے ساتھ حاضر مجلس ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں،تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم شہر بڑودہ، انڈیا کے باشندے ہیں، فی الحال جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کرتے ہیں۔ یہ سن کر فرمایا کہ دیکھو! یہ تو عمومی مجلس ہوتی ہے، اس میں عوام کے مناسبِ حال بات ہوتی ہے، خصوصی گفتگو کے لیے کوئی وقت دوں تو کیا تم آؤگے؟ ہم نے جواب دیا کہ اپنی سعادت سمجھ کر ضرور حاضرِ خدمت ہوں گے۔فرمایا کہ آئندہ کل بارہ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک تمہارا وقت ہے آجاؤ۔

دوسرے دن ہم دونوں حضرت والا کے دروازے پر پہنچ گئے۔ بارہ بجنے میں ایک منٹ باقی تھی، گھڑی دیکھتے رہے،ٹھیک بارہ بجتے ہی ہم نے بیل (گھنٹی) بجائی،آپ کے صاحبزادے نے دروازہ کھولا، ہم اندر داخل ہوگئے۔ وہاں بنارس کے ایک مفتی صاحب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت والا اُن سے مصروفِ گفتگو تھے۔ جب سوا بارہ بجے وہ واپس ہونے لگے،تو اُن سے فرمایا کہ تمہارے مزاج میں وقت کی پابندی نہیں، میں نے تم کو ساڑھے گیارہ بجے سے بارہ بجے تک وقت دیا تھا،تم پندرہ منٹ لیٹ آئے،اوران دونوں کے وقت میں سے تم نے پندرہ منٹ لیے۔اور جب انہوں نے گھنٹی (بیل) بجائی،تو میں نے فوراً گھڑی دیکھی تو ٹھیک بارہ بج رہے تھے،جس سے اندازہ ہوا کہ ان کے مزاج میں وقت کا اہتمام و پابندی ہے۔اس کے بعد حضرت والا نے جامعہ ڈابھیل میں اپنے زمانۂ قیام

کے اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے کچھ واقعات سنائے، اور بڑی قیمتی ومفید نصائح وملفوظات سے نوازا۔

جسم وکفن چھ ماہ کے بعد بھی تازہ تھے:

پہلی بات تو یہ فرمائی کہ مدینہ طیبہ میں جنت البقیع کی تدفین کی تمنا میں سولہ سال سے یہاں پڑا ہوا ہوں، دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کی موت اور یہاں دفن ہونا نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کی یہ تمنا پوری فرمائی۔ مدینہ منورہ میں وفات ہوئی، اور جنت البقیع ہی میں مدفون ہوئے۔ میں نے حضرت والا کے صاحبزادے آفتاب عالم صاحب کے حوالے سے یہ بات سنی کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں جگہ کی قلت اور دفن ہونے والوں کی کثرت کے باعث سعودی حکومت کا معمول ہے کہ ہر قبر کو چھ ماہ کے بعد کھول کر مدفون میت کی ہڈیاں نکال کر قبر صاف کر کے اُسی قبر میں کسی اور میت کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کی قبر کو چھ ماہ کے بعد کھولا گیا، تو جسمِ اطہر اور کفن وغیرہ بالکل تازہ، صحیح سلامت تھا۔ ایسی قبر پر علامت لگا کر چھوڑ دیا جاتا ہے، پھر آئندہ اس کو چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔

علما کے لیے حضرت میرٹھیؒ کی چند مختصر جامع نصائح:

دوسری بات یہ فرمائی کہ اخلاص ویکسوئی کے ساتھ پڑھنے پڑھانے میں لگے رہو۔ انتظامی اور غیر متعلقہ امور میں بلا وجہ دخل اندازی سے اجتناب کیا جائے۔ قلتِ تنخواہ وغیرہ امور کی طرف توجہ سے بالاتر ہو کر اپنا فرضِ منصبی بہ خوبی ادا کرتے رہو۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ ایک کتاب ہے: تجريد البخاري، جس میں مصنف

نے اقوال وآثارِ صحابہ اور دیگر فقہا کے اقوال وتعلیقات کو بخاری شریف میں سے حذف کر کے صرف مرفوع روایات ہی کو درج کیا ہے۔اس کتاب کوخرید کرقرآنِ کریم کی تلاوت کی طرح اس کے کچھ حصے کوروزانہ پڑھنے کا معمول بنالو۔ چناں چہ ہم نے اُسی روز مدینہ طیبہ کے ایک مکتبے سے ’’تجريد البخاري‘‘ خرید لی،اورایک عرصے تک روزانہ اس کا کچھ حصہ پڑھنے کا معمول رہا۔

علامہ انور شاہ صاحبؒ کی قوت حافظہ کا راز:

چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ لوگ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ کی قوتِ حافظہ کا خوب تذکرہ کرتے ہیں؛لیکن قوتِ حافظہ کے لیے اور چیزوں کے علاوہ غذا کا مناسب وبہتر ہونا بھی ضروری ہے، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں، نہ کوئی اس کا تذکرہ کرتا ہے۔حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ جس گائے کا دودھ استعمال کرتے تھے، اس کومختلف قسم کے پھل فروٹ کھلائے جاتے تھے۔حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خصی مرغ کا گوشت تناول فرماتے تھے،حضرت مولانا محمد بن موسیٰ میاں سملکی رحمہ اللہ (میاں فیملی،سملک کی مشہور فیملی ہے،جنوبی افریقہ میں بھی یہ قدیم زمانے سے آباد ہے۔مولانا محمد بن موسیٰ میاں رحمہ اللہ اسی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں،جنوبی افریقہ میں مقیم تھے اور حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے مخصوص ومعتمد تلامذہ میں سے تھے) نے خصوصی طور پر مرغ کوخصی کرنا سیکھا تھا اور وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے لیے مرغ کوخصی کر کے اس کا گوشت مہیا کرتے تھے۔

متعدد اسفار حج کا پس منظر:

احقر سمیع اللہ بن مولانا ایوب کھلوڈیا، ساکن باٹلی یو کے عرض گزار ہے:
مجھے میرے بھانجی داماد مولوی آصف لہر نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ مولانا عبداللہ مایت صاحب (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز و تلمیذ حضرت مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب القاسمی مدظلہ) نے حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ اور میرے سامنے مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب کے متعدد اسفارِ حج کا پس منظر اور اس سے متعلق اُن کے بچپن کے ایک خواب کا ذکر کیا۔

میں نے مفتی مصلح الدین احمد صاحب سے بہ اصرار اس کی تفصیل دریافت کی۔ میرے اصرار پر انہوں نے پوری صورتِ حال بیان کی، علاوہ ازیں کچھ اور باتیں بھی میں نے بالواسطہ سن رکھی تھیں، آج کی مجلس میں ان کو بالمشافہہ سن کر یہ ساری معلومات قلم بند کر کے ''تذکرہ'' میں شامل کرنے کی درخواست کی۔ مفتی صاحب نے شدت سے انکار فرمایا؛ مگر میرے شدید اصرار پر آپ خاموش ہو گئے، لہٰذا وہ معلومات درجِ ذیل ہیں:

دھوپ اور چاندنی سے اوقاتِ نماز معلوم کرنا:

مفتی مصلح الدین احمد صاحب فرماتے ہیں:

''ہمارے طالبِ علمی کے زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں دارالاقامہ میں بجلی نہیں تھی، لہٰذا ہم اور دیگر طلبہ لالٹین وغیرہ جلا کر مطالعہ اور اپنی دیگر ضروریات پوری کرتے تھے۔

اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں جا بہ جا گھڑی لگی ہوئی نہ تھی، نیز اس زمانے

میں دستی گھڑی بھی چابی والی ہوتی تھی، آج کل کی رائج الوقت دستی گھڑیاں اس زمانے میں نہ تھیں، ہم دونوں بھائیوں کے پاس بھی دستی گھڑی نہیں تھی۔ دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں فجر کی نمازِ باجماعت میں صفِ اوّل میں جگہ پانے کے لیے کم از کم پینتیس (۳۵) منٹ پہلے پہنچنا لازم تھا، ورنہ صفِ اوّل میں جگہ نہ ملتی تھی۔ ہم دونوں بھائی صف اوّل کے اہتمام کے عادی تھے، اور جماعتِ فجر سے پون گھنٹہ قبل مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔

صبح صادق کا وقت معلوم کرنے کے لیے ہم نے اپنے رہائشی کمرے کی سامنے والی عمارت کی دیوار پر کوئلے سے نشان لگا رکھا تھا، کہ یہاں تک چاند کی روشنی آجائے، تو یہ صبح صادق ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح نمازِ ظہر کی اذان کے لیے سامنے والی دیوار پر کوئلے سے نشان لگا رکھا تھا کہ یہاں تک سورج کی دھوپ آجائے، تو یہ ظہر کے وقت کی علامت ہے۔ چناں چہ صبحِ صادق اور اذانِ ظہر کا وقت معلوم کرنے کے لیے ہماری نگاہیں سامنے والی دیوار پر مرکوز رہتی تھیں۔

بہ طور انعام دستی گھڑی کا انتظام:

مشکوٰۃ شریف والے سال کے آخر میں والد صاحب رحمہ اللہ نے ہم سے فرمایا تھا کہ آئندہ سال دورۂ حدیث سے فراغت پر میں تم کو بہ طورِ انعام دستی گھڑی دوں گا۔ ان شاء اللہ۔ انہوں نے ایک حاجی کے ذریعے مکہ معظّمہ سے دو دستی گھڑیاں ہمارے لیے منگوا رکھی تھیں، مگر ہم دورۂ حدیث کے سالانہ امتحان میں مشغول تھے، اسی دوران حرکتِ قلب بند ہوجانے کی بنا پر والد صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ انتقال کی خبر حضرت الاستاذ، فخر المحدثین، مولانا سیّد فخر الدین احمد مرادآبادی رحمہ اللہ ودیگر اساتذہ کو ہوچکی

تھی، انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ تا اختتامِ امتحانِ سالانہ اِن دونوں بھائیوں کو انتقال کی خبر نہ دی جائے، ورنہ ان کے امتحانات متأثر ہوں گے۔ ۱۷/ شعبان ۱۳۷۸ھ کو بخاری شریف کا آخری پرچۂ امتحان تھا، پرچۂ امتحان لکھنے کے دوران استنجاء وغیرہ کے لیے جانے کی ہماری عادت نہ تھی، مگر اُس دن خلافِ عادت برادرِ عزیز مفتی سیّد قمرالدین محمود صاحب کو استنجاء کا تقاضا ہوگیا، امتحان گاہ کے سامنے بالکل قریب عارضی طور پر طلبہ کے لیے بیت الخلاء کا نظم ہوتا تھا، خیر! برادرِ عزیز استنجاء کے لیے گئے، تو ایک دربان (چوکیدار) نے ان سے کہا کہ تمہارے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، برادرِ عزیز نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ پرسوں تو ان کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا گرامی نامہ ہمیں موصول ہوا ہے!!! دربان نے کہا کہ یہ خبر بالکل صحیح ہے، آج کے ''الجمعیۃ'' روزنامے کے صفحۂ اوّل پر بڑی سرخی سے ان کے انتقال کی خبر شائع ہوئی ہے۔

بہرحال! سالانہ امتحان اور ختم بخاری شریف کے بعد اواخرِ شعبان میں جب بڑودہ اپنے مکان پر پہنچے، تو والدہ مرحومہ نے وہ دستی گھڑیاں ہمارے سامنے پیش کیں۔ ہم نے عرض کیا کہ والد صاحب تو اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے، ورنہ ان کے دستِ مبارک سے ہم اپنے ہاتھ میں یہ دستی گھڑی پہنتے، اب تو آپ ہی اپنے ہاتھ سے باندھ دیں۔ چناں چہ والدہ محترمہ نے اپنے ہاتھ سے ہم دونوں کے ہاتھ میں وہ دستی گھڑی پہنادی۔

خواب میں سورۂ حج پڑھنا

میرا حفظِ قرآن نو سال کی عمر میں مکمل ہوا۔ اس سے قبل سات یا آٹھ سال کی عمر میں؛ میں نے خواب میں اپنے آپ کو سورۂ حج پڑھتے ہوئے دیکھا، بیدار ہوا تو سوچنے لگا کہ

اس خواب کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے؟ میرے والد صاحب رحمہ اللہ ہمیشہ ایک اردو مترجم قرآنِ کریم میں تلاوت فرمایا کرتے تھے، اُس مترجم قرآنِ کریم میں ہر سورت کے شروع میں اُس سورت سے متعلق خواب کی تعبیر مذکور تھی، لہٰذا میں نے وہ قرآنِ کریم اُٹھا کر دیکھا، تو اُس میں لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص خواب میں سورۂ حج پڑھے، تو ان شاء اللہ اس کو حج نصیب ہوگا۔ میں اس سے بہت خوش ہو گیا۔"

۱۹۶۳ء میں مفتی سید مصلح الدین احمد اور برادرِ عزیز مولانا مفتی سید قمر الدین محمود صاحبان جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مدرس تھے۔ اُس سال مفتی سید قمر الدین محمود صاحب کے لیے حج بدل کا انتظام ہوگیا، تو مولانا مصلح الدین احمد صاحب نے سوچا کہ قرض لے کر میں بھی ساتھ میں ہوجاؤں، تاکہ کم خرچ میں دونوں بھائیوں کا حج ادا ہوجائے۔ اُس وقت ان کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا، مزید برآں والد صاحب رحمہ اللہ کے قرضے کی ادائیگی بھی باقی تھی۔ چناں چہ آپ ایک صاحب کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ میرے پاس فی الحال ایک پیسہ بھی نہیں ہے اور مجھے حج کو جانا ہے، لہٰذا اِنڈین دو ہزار روپے مجھے بہ طورِ قرض مطلوب ہیں، میں اپنی سہولت سے یہ قرض ادا کروں گا۔ وہ صاحبِ خیر فوراً قرض دینے کے لیے آمادہ ہوگئے، اور فی الفور دو ہزار روپے عطا کیے اور کہا کہ زندگی میں جس طرح ممکن ہوادا کردینا، اور اگر ادائیگی سے پہلے میری یا تمہاری موت واقع ہوجائے تو یہ قرض معاف ہے، قیامت کے دن مطالبہ نہیں کروں گا۔ چناں چہ S.S.SAUDI اسٹیمر سے حج کے لیے روانگی ہوئی، ۵۴۰ روپے اسٹیمر کا ٹکٹ تھا، کُل گیارہ سو روپے میں حج ہوگیا اور تین سال میں قرض کی رقم (دو ہزار روپے) بھی ادا ہوگئی۔ الحمد للہ۔

ملتزم دعا کی قبولیت کی جگہ ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی تالیفات میں تین رسالے ہیں: (١) الفضل المبين في المسلسل من حديث النبي الأمين (٢) الدر الثمين في مبشرات النبي الأمين (٣) النوادر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر۔ ہمارے اکابر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری رحمہ اللہ نے مدرسہ سلیمانیہ، بھوپال انڈیا میں اپنے زمانۂ تدریس میں حضرت مولانا عبدالقیوم بودھانوی رحمہ اللہ (مشہور واجلِ تلمیذ حضرت شاہ محمد اسحاق الدہلوی رحمہ اللہ) سے بخاری شریف وغیرہ متعدد کتب حدیث، نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا تینوں رسائل اور الحديث المسلسل بالضيافة بالتمر والماء پڑھیں اور اُن سے اجازتِ حدیث حاصل کی۔ یہ ۱۲۹۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد ۱۲۹۴ھ میں مدینہ منورہ حاضری کے موقع پر حضرت شاہ عبدالغنی المجددی الدھلوی ثم المدنی کے سامنے اوائلِ کتبِ ستہ پڑھ کر صحاحِ ستہ اور بقیہ کتبِ حدیث اور الحديث المسلسل باجابة الدعاء عند الملتزم کی اجازت حاصل کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے تین رسائل کی تدریس:

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری رحمہ اللہ نے مدرسہ مظاہرِ علوم سہارن پور میں تقریباً تیس سال بخاری شریف وغیرہ کی تدریس کی ہے، اور اپنے زمانۂ تدریس میں تعلیمی سال کے اختتام پر مذکورہ بالا تینوں رسائل کی تدریس کا معمول رہا۔ جس میں اکابر علما ومشائخ شریک ہوکر اجازت حاصل کرتے تھے، یہاں تک کہ عارف باللہ الشیخ الکبیر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمہ اللہ نے ۱۳۲۳ھ میں ایک جماعت کے ساتھ

حاضر ہوکر آپ سے مسلسلات کی اجازت حاصل کی ہے۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں وہاں کے علما وشیوخ کے سامنے بھی آپ نے یہ تینوں رسائل پڑھ کر ان کو اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ (کما ذکرہ صاحب تذکرۃ الخلیل)

حدیث مسلسل کسے کہتے ہیں؟:

حدیث مسلسل اُس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کے تمام یا اکثر راویوں میں کوئی صفت اور حالت تسلسل کے ساتھ پائی جائے۔ مثلاً: پہلا راوی کسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے مسکرایا، تو دوسرا راوی بھی اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے مسکرائے اور اس کے بعد تیسرا راوی بھی اس بات کو بیان کرتے ہوئے مسکرائے۔ وھلم جرًّا۔۔۔۔ پھر یہ تسلسل کبھی رُواۃ کی حالت کے اعتبار سے ہوتا ہے، کبھی رُواۃ کی خصوصیات کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی روایت کی خصوصیات کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

راویوں کے حالات کے اعتبار سے تسلسل کی مثال الحدیث المسلسل بالتشبیک ہے۔ جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: شبك بيدي أبو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال لي: خلق الله الأرض يوم السبت (کتاب الأسماء والصفات للبیهقی) اس حدیث کو "الحديث المسلسل بالتشبيك" اور "الحديث المسلسل بأخذ اليد" کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں یہ حدیث سنائی تھی، اسی طرح بعد والے راویوں نے بھی اپنے شاگردوں کے ہاتھ تھام کر انہیں یہ حدیث سنانے کا اہتمام کیا ہے۔

راویوں کی خصوصیات کے اعتبار سے تسلسل کی مثال یہ ہے کہ تمام راوی از اول تا

آخر ماہرینِ فقہ ہوں، یا سب کے سب حفاظِ حدیث ہوں، یا تمام رُواۃ کسی ایک علاقے مثلاً: مصر یا دمشق سے تعلق رکھتے ہوں۔

روایت کی خصوصیات کے لحاظ سے تسلسل کی صورت یہ ہے کہ اُس روایت کو ہر راوی نے مخصوص الفاظ میں، یا مخصوص مقام میں، یا مخصوص وقت میں بیان کرنے کا التزام کیا ہو۔اس کی مثال میں ''الحدیث المسلسل بیوم عاشوراء'' اور ''الحدیث المسلسل بباب الکعبة'' کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

حضرت شیخ زکریاؒ کا تدریسِ مسلسلات کا اہتمام والتزام:

جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو ''بذل المجهود شرح سنن أبي داود'' کی تکمیل کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ بھی ساتھ میں گئے تھے۔پھر ''بذل المجهود'' کی تکمیل کے بعد ۱۳۴۵ھ میں آپ مدرسہ مظاہرِ علوم، سہارن پور واپس آ گئے۔واپسی کے بعد اپنے استاذ و شیخ کی جگہ بخاری شریف کی تدریس آپ کے سپرد کی گئی، چناں چہ تقریباً چالیس سال بخاری شریف کی تدریس کی۔حضرت شیخ رحمہ اللہ کا بھی یہی معمول رہا کہ بخاری شریف کے اختتام کے بعد ماہ شعبان میں شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے یہ تینوں رسالے پڑھاتے تھے اور مسلسلات کا ختم ہوتا تھا، جس میں دور دور سے طلبہ، علما اور مشائخ شریک ہو کر اجازتِ حدیث حاصل کرتے تھے۔ ۱۹۵۹ء میں جب ہم دونوں بھائی دارالعلوم دیوبند میں تھے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے اپنے دستِ مبارک سے گرامی نامہ لکھ کر ہم کو مسلسلات کے ختم کی مجلس میں بلایا تھا اور اجازتِ حدیث سے نوازا تھا۔

الحديث المسلسل بإجابة الدعاء في الملتزم:

رسائلِ ثلاثہ پڑھانے کے وقت اپنی سند سے مذکورہ بالا حدیث بھی پڑھاتے تھے

درجِ بالا حدیث کا خلاصہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''ملتزم'' دعا کی قبولیت کا مقام ہے، بندہ یہاں جو دعا مانگتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سننے کے بعد میں نے ''ملتزم'' پر دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے ضرور قبول کی۔ اس کے بعد ہر راویِ حدیث اپنا تجربہ بیان کرتا ہے کہ میں نے ملتزم پر جو دعا مانگی وہ ضرور قبول ہوئی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ اور استاذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ نے ملتزم پر تین دعائیں کی تھیں، اُن میں سے دو کی قبولیت خود انہوں نے اپنی زندگی میں دیکھی اور تیسری کی قبولیت ان کی وفات کے بعد ہم نے دیکھی۔ اُن کی تیسری دعا یہ تھی: ''اے اللہ! مجھے مدینہ منورہ کی موت نصیب فرما اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب فرما۔'' چناں چہ مدینہ منورہ میں موت ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ پھر شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے بھی ملتزم پر چند دعائیں مانگی تھیں، میں نے خود ان کی قبولیت کا مشاہدہ کیا۔

مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب فرماتے ہیں: ۱۹۶۳ء پہلے حج کے موقع پر میں نے ملتزم پر دعا کی: ''اے اللہ! میں قرض لے کر حج کے لیے آیا ہوں اور پہلے سے والد صاحب رحمہ اللہ کا قرض چلا آ رہا ہے، لہٰذا ظاہری اسباب کی دنیا میں دوبارہ حج بیت اللہ کے لیے حاضری دور دور تک متوقع نہیں اور اس کا کوئی امکان نہیں؛ لیکن تو قادرِ مطلق ہے، اپنی

قدرتِ کاملہ سے سب کچھ کرسکتا ہے، ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ اے اللہ! اپنی قدرتِ کاملہ اور رحمتِ واسعہ سے حرمین شریفین کے آداب کی رعایت وتوفیق کے ساتھ مجھے حج بیت اللہ اور عمرے کے لیے بار بار حاضری نصیب فرما اور میرا سارا قرضہ ادا کردے۔'' چناں چہ میرا ذاتی مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارا قرضہ ادا کردیا اور تقریباً ۲۲ / حج بیت اللہ اور متعدد عمروں کی سعادت نصیب فرمائی۔ فلہ الحمد ولہ الشکر.

علاوہ ازیں حج اور عمرے کے دیگر اسفار میں بھی ملتزم پر جو دعائیں مانگیں، ان کی قبولیت کا بھی مشاہدہ ہوا۔

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری زیدمجدہ:

(مجاز حضرت مسیح الامت وسابق خطیب جامع مسجد، ہینری اسٹریٹ، باٹلی، یوکے، انگلینڈ)

جس وقت یہ تذکرہ تیاری کے مراحل میں تھا، اُسی دوران حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کو پتہ چلا، تو آپ نے یہ قیمتی تحریر بھیجی ہے۔ ہم ان کے شکریے کے ساتھ شاملِ کتاب کررہے ہیں۔

بندہ محمد یونس بن بندۂ الٰہی سورتی کے نام ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے کسی ذریعے سے یہ علم ہوا کہ آپ حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد بڑودوی القاسمی کے حالاتِ زندگی جمع کرکے ان کو تحریری شکل میں مرتب کرنا چاہتے ہیں، اس سے مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ ان کے کچھ معمولاتِ زندگی اور دیگر سبق آموز معلومات جو احقر کے علم میں تھیں؛ ان کو قلمبند کرکے آپ کو ارسال کرنے کا دل میں خیال آیا، لہٰذا میں نے حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب سے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا۔ مولانا موصوف نے بڑی سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم کیا؟ اور ہمارے مشاغل ومعمولات کیا؟ علاوہ ازیں اس میں نام ونمود، شہرت وریاء کا بھی احتمال ہے، لہٰذا میں اِسے قطعاً مناسب نہیں سمجھتا۔

میں نے عرض کیا کہ بے شک نام ونمود، شہرت وریا کاری کی نیت سے ان کا ذکر واقعی غلط اور نامناسب ہے، لیکن دوسروں کی تشویق وترغیب کی نیت سے ذکر کرنے کی تو گنجائش ہے، ورنہ اکابر واسلاف کے حالات ومعمولات ہمارے سامنے کیسے آتے؟ میری یہ بات سن کر انہوں نے سکوت اختیار کیا، لہٰذا اپنے علم کے مطابق کچھ معمولات تحریری شکل

میں ارسالِ خدمت ہیں، اس تحریر کو اپنے مجموعے میں شامل کر کے ممنون فرمائیں۔

بڑودہ جامع مسجد میں صلوٰۃ الکسوف:

عہدِ نبوی میں ایک مرتبہ سورج گہن ہوا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے، آپ بڑی تیزی سے اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے مسجدِ نبوی میں تشریف لے گئے، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے مسجد میں پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن ختم ہونے تک طویل قراءت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھائی، پھر فرمایا کہ سورج اور چاند گہن کسی شخص کی حیات وموت کی بنا پر نہیں ہوا کرتا، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے، لہٰذا جب سورج یا چاند گہن ہو تو نماز ودعا میں مشغول ہو جاؤ یہاں تک کہ گہن کی یہ کیفیت دور ہو جائے۔

نمازِ کسوف میں تیرہ پاروں کی تلاوت:

غالباً ۱۹۸۰ء میں بعدِ ظہر دو بج کر پانچ منٹ سے لے کر پانچ پچیس تک (سوا تین گھنٹے کا) سورج گہن ہوا۔ اُس وقت اہلِ شہر کے مشورے سے صرف بڑودہ شہر کی جامع مسجد میں سورج گہن کی نماز پڑھنا طے ہوا۔ حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب جامع مسجد میں امام تھے، ظہر کی نماز میں کافی مجمع تھا، پوری جامع مسجد مصلیوں سے بھری ہوئی تھی۔ سورج گہن کی نماز سے پہلے مولانا موصوف نے حاضرین کے سامنے اعلان کیا کہ دو رکعت نماز طویل قراءت وقیام کے ساتھ پڑھی جائے گی، جو لوگ تھک جائیں تو کچھ دیر بیٹھ جائیں پھر کھڑے ہو جائیں، اُٹھ بیٹھ کرتے رہیں۔ چناں چہ مولانا نے دو رکعت پڑھائی، پہلی رکعت میں نو پارے پڑھے، اور دوسری رکعت میں چار پارے، کُل تیرہ پارے پڑھے

اور پانچ بج کر ۲۵/ منٹ پر سلام پھیرا۔ بحمداللہ وہاں تک سورج گہن ختم ہو چکا تھا۔

چند سبق آموز معلومات:

حطیم میں ختمِ قرآن:

ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: حضرت مولانا یعقوب اسماعیل منشی کاوی مدظلہ (حال مقیم ڈیوزبری، یوکے، انگلینڈ) کے حوالے سے یہ واقعہ میں نے بالواسطہ سنا ہے، آج میں آپ کی زبانی بلاواسطہ سننا چاہتا ہوں۔ مولانا مصلح الدین احمد صاحب نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اُس کو ٹالنا چاہا؛ مگر میں مُصر ہو گیا کہ یہ واقعہ ضرور سنائیں۔ چناں چہ فرمایا:

۱۹۶۳ء میں میرا اور برادرِ عزیز مولانا سید قمر الدین محمود صاحب کا پہلا حج تھا، اور حضرت مولانا یعقوب صاحب کاوی کا بھی غالباً پہلا حج تھا۔ ہم تینوں اس زمانے میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل میں مدرس تھے، سفرِ حج میں مکہ معظّمہ کے دورانِ قیام ایک دن ہم دونوں عشاء کی نماز کے بعد حطیم کے قریب ازدحام کم ہونے کے انتظار میں بیٹھے تھے، اتنے میں وہاں سے حضرت مولانا یعقوب صاحب کا گذر ہوا، ہم کو دیکھ کر مولانا نے فرمایا کہ میرے ساتھ کمرے پر چلو، چائے پیئیں گے۔ ہم ساتھ ہو گئے، انہوں نے چائے پلائی، پھر کہنے لگے کہ تم نے چائے کیوں پی؟ ہم نے کہا کہ آپ نے خلوص کے ساتھ پلائی تو ہم نے پی لی۔ فرمانے لگے: تمہارا عشاء کے بعد چائے پینے کا معمول نہیں، پھر آج خلافِ معمول چائے کیوں پی؟ سچ سچ بتاؤ۔ ہم نے کہا کہ آج رات سونا نہیں ہے، اس لیے چائے پی لی۔ فرمانے لگے: کیوں؟ کیا کروگے؟ ہم نے بات ٹالنا چاہا؛ مگر وہ مُصر ہو گئے، خیر! مجبوراً ہم نے عرض کیا کہ ہم تو حطیم میں ازدحام کم ہونے کے انتظار میں بیٹھے تھے، آج حطیم

میں صبح کی نماز تک دو رکعت نفل نماز میں قرآن کریم ختم کرنے کا ارادہ ہے۔ فرمانے لگے کہ میں بھی چلوں گا، اور اقتدا کروں گا۔ ہم نے عرض کیا کہ ہر چیز ہر شخص کے بس کی نہیں ہوتی، آپ اصرار نہ کریں۔ فرمانے لگے کہ میں تو حافظ قرآن نہیں ہوں، مجھے زندگی میں حطیم میں ختمِ قرآنِ کریم کا موقع کہاں میسر ہوسکتا ہے؟ یہ سعادت مجھے کہاں نصیب ہوگی؟ البتہ میں اس کا متحمل نہیں ہوں، لہٰذا میری رعایت ضرور کرنا ہوگی۔ ہم نے کہا اچھا! ایک دن کے بہ جائے دو دن میں ختم کریں گے۔ وہ فرمانے لگے کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں۔ بالآخر تین راتوں میں دس دس پارے کر کے ختم کرنا طے ہوا۔ بڑودہ کے ایک اور حاجی صاحب نے بھی یہ بات سن لی تھی، وہ بھی اقتدا کرنے پر مُصر ہوگئے۔

خیر! ہم چاروں حطیم میں پہنچ گئے، حطیم کی داہنی جانب میں اور مولانا یعقوب کاوی صاحب کھڑے ہوگئے اور بائیں جانب برادر عزیز مولانا قمر الدین محمود صاحب اور بڑودہ کے حاجی صاحب کھڑے ہوگئے۔ احناف کے یہاں امام کے ساتھ نوافل میں ایک ہی مقتدی ہو تو یہ جماعت بلا کراہت جائز ہے۔ میں نے مولانا یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ کھڑے کھڑے جب آپ تھک جائیں تو بیٹھ جائیں، پھر کھڑے ہو جائیں، چناں چہ وہ اُٹھ بیٹھ کرتے رہے، میں نے پہلی رکعت میں پونے نو پارے پڑھے، ختمِ سورۂ اعراف (پہلی آیتِ سجدہ پر) میں نے رکوع کیا، اور دوسری رکعت میں سوا پارہ پڑھ کر رکوع کیا۔ سلام پھیرنے کے بعد مولانا یعقوب صاحب فرمانے لگے کہ یہ بھی میرے تحمل سے زیادہ ہے، اب بیس پارے رہ گئے ہیں، ان کو روزانہ پانچ پانچ پارے کر کے چار راتوں میں ختم کرلیا جائے۔ خیر! ان کی بات قبول کرلی گئی، اور بقیہ بیس پارے چار راتوں میں ختم کرلیے گئے۔

حطیم میں دو دِن میں ختمِ قرآن:

اُس کے بعد ۱۹۷۱ء میں حج میں جانا ہوا، اُس سال حطیم میں پہلے روز دو رکعت میں پندرہ پارے اور دوسرے روز دو رکعت میں پندرہ پارے پڑھے اور دو دن میں قرآن ختم کیا۔ فللہ الحمد. اُس زمانے میں اسٹیمر سے حج کا سفر ہوتا، اور تقریباً دو ماہ حرمین شریفین میں قیام ہوتا تھا، آج کل کی طرح زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی تھی، حطیم بھی خالی رہتا تھا اور پولیس بھی آج کی طرح بدتمیزی نہیں کرتی تھی۔ آج کل تو کوئی شخص زیادہ دیر تک کھڑا رہے تو وہ دھکے دے کر ہٹا دیتی ہے، لہٰذا آج کل یہ عمل بہت مشکل ہے۔

قیامِ حرمین کے زمانے میں روزانہ ایک ختمِ قرآن:

پھر میں نے ایک سوال کیا: حرمین شریفین کے دورانِ قیام قرآن کریم کی تلاوت کا کیا معمول تھا؟ اور آج کل عام حالات میں یومیہ تلاوت کا کیا معمول ہے؟ تو فرمایا کہ جب تک صحت اچھی تھی، جوانی تھی، اور قُویٰ مضبوط تھے، تب تک مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں روزانہ ایک قرآنِ کریم ختم کرنے کا معمول رہا۔ اور آج کل عام دنوں میں یومیہ دس پارے کی تلاوت کا معمول ہے۔

کثرتِ طواف کی فضیلت:

میں نے سوال کیا: اُس زمانے میں روزانہ کتنے طواف کا معمول تھا؟ اور آپ نے ایک دن میں زیادہ سے زیادہ کتنے طواف کیے ہیں؟

فرمایا کہ حتی الامکان طواف کی کثرت ہونی چاہیے۔ مکہ معظّمہ کی افضل ترین عبادت

طواف ہے، دیگر عبادتیں نماز، روزہ وغیرہ اعمالِ صالحہ مکہ معظّمہ کے علاوہ بھی ہر جگہ ہو سکتے ہیں؛ مگر طواف ایسی عبادت ہے جو مکہ معظّمہ ہی میں ہوسکتی ہے، کسی اور جگہ ممکن نہیں، طواف کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

پچاس طواف پر عظیم بشارت:

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جو شخص بیت اللہ کے پچاس (۵۰) طواف کرے، وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے، گویا آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ علما فرماتے ہیں کہ اس سے صغائر مراد ہیں، کبائر کے لیے توبہ شرط ہے، نیز پچاس طواف ایک ہی دن میں کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ پوری زندگی میں بھی پچاس کا عدد پورا ہوجائے، تب بھی یہ فضیلت اس کو حاصل ہوجائے گی، لہٰذا ہر حاجی و معتمر کو اپنے اکاؤنٹ میں پچاس (۵۰) طواف کا ذخیرہ تو رکھنا ہی چاہیے۔

ایک دن میں ساٹھ طواف:

جوانی کے زمانے میں میرا روزانہ ۲۰ ر سے ۲۵ ر طواف کرنے کا معمول تھا، اُس زمانے میں آج کی طرح زیادہ ازدحام وہجوم بھی نہ ہوتا تھا اور قیام بھی طویل ہوتا تھا، لہٰذا سات سے آٹھ منٹ میں میرا ایک طواف ہوجاتا تھا، ایک مرتبہ نمازِ پنج گانہ کی ادائیگی کے اوقات کو مستثنیٰ کرکے چودہ گھنٹے مسلسل طواف کرنے کی وجہ سے اُس روز ساٹھ (۶۰) طواف ہوگئے تھے، اور ایک مرتبہ ایک دن میں پچاس طواف کیے تھے۔

مئی کا روزہ اور مسلسل تیس طواف:

ایک مرتبہ مئی کے مہینے میں عاشوراء کا دن تھا، میں نے عاشوراء کا روزہ رکھا تھا، لہٰذا سوچا کہ آج تو فجر کی نماز کے بعد متصلاً طواف کرلوں، ورنہ دھوپ تیز ہوجانے کے بعد طواف میں دشواری ہوگی۔ اُس سال ایک پاکستانی جوان جو بہت قوی اور مضبوط تھا، ایک مرتبہ طواف میں اس کی ٹکر لگ جانے سے مجھے بڑی تکلیف ہوگئی تھی، لہٰذا میں مطاف میں اُس سے بہت محتاط ہوکر طواف کرتا تھا، وہ صبح کی نماز کے بعد میرے پاس آیا، اور کہنے لگا کہ آج تو تیرے ساتھ طواف کرنے کو میرا جی چاہتا ہے، چناں چہ ہم دونوں نے طواف شروع کیا، نون اسٹاپ (لگاتار) تیس (۳۰) طواف کیے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ شدید پیاس لگی ہے، چلو زمزم کے کنویں پر چل کر پانی پییں، میں نے عذر کیا کہ میرا تو روزہ ہے، کہنے لگا کہ ابھی اتنی پیاس لگ رہی ہے، شام تک تیرا کیا حال ہوگا؟

ماہِ مبارک اور اعتکاف:

میرے سوالات حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب کی طبیعت کے خلاف تھے، لیکن میں اپنی دلچسپی کی بنا پر ان کے خلافِ مزاج معلومات حاصل کرنے کے لیے سوالات کرتا رہا۔ چناں چہ میں نے ایک سوال یہ کیا کہ ماہِ رمضان میں اعتکاف کا معمول کب سے ہے؟ اور اس کی ابتدا کب سے، کیسے ہوئی؟ اعتکاف میں عوام الناس کی نسبت کیا معمول رہتا ہے؟

فرمایا: والد صاحب رحمہ اللہ کا زندگی بھر اعتکاف کا معمول رہا، حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت کے بعد آپ کے دارالعلوم دیوبند تشریف لانے سے پہلے اور انڈیا کی آزادی

سے پہلے سلہٹ ہی میں، آپ کے ساتھ اعتکاف کرتے تھے، ۱۳ / شعبان ۱۳۷۸ھ مطابق فروری ۱۹۵۸ء میں وفات تک مسلسل ہر سال اعتکاف کا معمول رہا، اس زمانے میں بڑودہ شہر میں لوگ اعتکاف کو جانتے بھی نہیں تھے، پورے شہر میں صرف والد صاحب کا ایک اعتکاف ہوتا تھا۔ عدمِ واقفیت کی وجہ سے بعض لوگ تو یوں کہتے تھے کہ مولانا صاحب کو کیا ہوگیا، کہ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں پڑے رہتے ہیں؟ لیکن اب تو شہر کی تقریباً ہر مسجد میں کئی کئی معتکف ہوتے ہیں۔ من سنَّ سنّةً حسنةً إلخ (الحدیث) کے مطابق یہ پورا ثواب والد صاحب رحمہ اللہ کے نامۂ عمل میں جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رمضان سے کچھ دن پہلے ماہ شعبان میں والد صاحب کی وفات ہوئی، رمضان شروع ہوتے ہی خیال ہوا کہ والد صاحب کے قائم کردہ سلسلے کو ہمیشہ نبھانا چاہیے، لہٰذا رمضان ۱۳۷۸ھ سے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کا سلسلہ شروع ہوا، اور آج تک (تقریباً ۶۳ سال سے) یہ معمول جاری ہے۔ درمیان میں کچھ عوارض کے سبب چار پانچ سال ناغہ ہوا۔ اعتکاف میں روزانہ ایک گھنٹہ حیاۃ الصحابہ، یا الترغیب والترہیب وغیرہ کسی بھی حدیث کی کتاب کی تعلیم ہوتی ہے، اور تراویح کے بعد آدھ گھنٹہ عوام کی مناسبت سے بیان ہوتا ہے۔

......اور اعتکاف ملتوی ہوا:

میرا رمضان ہمیشہ انڈیا میں گذرتا ہے، امسال بھی میری بکنگ تھی، لیکن لاک ڈاؤن کی وجہ سے وہ بکنگ کینسل ہوئی، اور میرا سفر ملتوی رہا اور مجبوراً ڈیوزبری ہی میں قیام رہا۔ امسال ۲ / رمضان ۱۴۴۱ھ کو جامع مسجد ہنری اسٹریٹ، باٹلی، یوکے کے امام صاحبان مولوی محمد موٹا اور مولوی یحییٰ صوفی نے مسجد کمیٹی کے ارکان کے مشورے سے عشرۂ

اخیرہ کے مسنون اعتکاف کی مجھے پُرخلوص دعوت دی اور میں نے قبول کرلی، مذکورہ بالا معمولات کے ساتھ وہاں اعتکاف طے ہوگیا، مگر ۲۰ / رمضان سے دو روز قبل لاک ڈاؤن میں شدت آگئی اور میری عمر بھی اسّی (۸۰) سے متجاوز ہونے اور دیگر مصالح کی بنا پر مسجد کمیٹی کے ارکان نے محسوس کیا کہ خدانخواستہ اگر کوئی ناخوش گوار بات پیش آگئی، تو مسجد کے لیے نئی مشکلات اور رُکاوٹوں کے پیش آنے کا خطرہ ہے، لہٰذا مسجد کمیٹی نے معذرت کردی اور اعتکاف ملتوی ہوا۔

زمزم کے کنویں کی زیارت اور پانی نکالنا:

۱۹۶۳ء میں آج کل کی طرح آبِ زمزم کا پوری مسجد حرام میں کوئی نظم نہ تھا، بلکہ لوگ صُراحی میں بھر کر مسجد حرام میں پانی فروخت کرتے تھے، دو قُرش (پیسے) میں ایک کٹورہ زمزم ملتا تھا، حُجّاج خرید کر پانی پیتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم دونوں بھائی زمزم کے کنویں پر گئے، آج کل تو زمزم کا کنواں حجرے میں مقفل ہے، اُس زمانے میں زمزم کا کنواں کھلا تھا، البتہ اس پر موٹر لگ گئی تھی اور کنویں پر رسی اور ڈول بھی تھی، اُس سے کھینچ کر پانی نکالا جاتا تھا، وہاں حکومت کی جانب سے ایک شخص مامور و مقرر تھا، وہ پانی کھینچ کر حُجّاج کو پلاتا تھا۔ ہم نے اُس سے کہا کہ ڈول رسی سے ہم بہ ذات خود پانی نکال کر پینا چاہتے ہیں، اس نے بہ خوشی منظور کرلیا، ہم نے خود پانی نکال کر پیا۔ (آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی زمزم سے خود پانی کھینچ کر نوش فرمایا ہے)۔

اُس وقت زمزم کے کنویں کے اردگرد کمر کی اونچائی تک مَنڈ بنی ہوئی تھی، اور اس کے اوپر جالی لگی ہوئی تھی، منڈ پر چڑھ کر بہ آسانی زمزم کے کنویں کو اندر سے دیکھا جا سکتا

تھا۔ ڈیوٹی پر مامور شخص کی اجازت سے ہم نے منڈ پر چڑھ کر زمزم کے کنویں کو اندر سے اچھی طرح دیکھا تھا، کنویں کے اندر چاروں طرف سے پانی فوّارے کی طرح جوش مارتے ہوئے اُبل رہا تھا۔ (مولانا عبدالرؤف صاحب کی قیمتی تحریر یہاں مکمل ہوئی)۔

❖ ❖ ❖

بیرون ملک کے دینی وملّی اسفار

(بہ قلم: حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب بڑودوی دام مجدہم)

ساؤتھ افریقہ کا سفر:

مولانا امین رشید دمنی صاحب دامت برکاتہم (مہتمم دارالعلوم دمّن) جس زمانے میں ساؤتھ افریقہ میں مقیم تھے، اس وقت ان کی دعوت پر ۱۹۹۵ء میں جنوبی افریقہ کا سفر ہوا۔ جس میں جوہانسبرگ، ڈربن، ویبنڈا وغیرہ شہروں میں جانا ہوا، وہاں کے مدارس عربیہ میں سے دارالعلوم زکریا جانا ہوا۔ اس روز وہاں ختم بخاری شریف تھا، شیخ الحدیث مفتی رضاء الحق صاحب نے آخری درس دیا۔ مولانا شبیر صاحب سالوجی (مہتمم مدرسہ ہٰذا) سے بھی ملاقات ہوئی۔ دارالعلوم آزاد وِل میں بھی حاضری ہوئی، وہاں کے مہتمم مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب اور شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اعظمی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، مولانا قاسم سیما صاحب مرحوم کے یہاں ڈربن بھی جانا ہوا، بہت اچھی ملاقات رہی۔ فرمانے لگے کہ جامعہ ڈابھیل میں آپ کے والد صاحب سے میں نے پڑھا ہے، اور ان کو امتحان بھی دیا ہے۔

پرتگال اور جرمنی کا سفر:

محترم حافظ محمد پٹیل صاحب مرحوم (امیر تبلیغ یوکے ویورپ) کی معیت میں دعوت وتبلیغ کے جوڑ کی نسبت سے دو مرتبہ پرتگال کا سفر ہوا، اور ایک مرتبہ جرمنی جانا ہوا، دعوت وتبلیغ سے متعلق امور و بیانات میں شریک رہا۔

کینیڈا کا سفر:

١٨ / فروری ٢٠١٦ء کو کینیڈا کا پہلا سفر ٹورنٹو کے لیے ہوا۔ مولوی عمر صوبیدار صاحب (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری، یوکے) نے کچھ طلبہ کو بخاری شریف پڑھائی تھی، لہٰذا ختم بخاری شریف کے لیے مجھے بلایا تھا۔ ٹورنٹو میں متعدد علما سے ملاقات ہوئی، وہاں اجازتِ حدیث کی نسبت سے ایک مجلس ہوئی، کئی علما نے شریک ہوکر اجازت حاصل کی۔

اُسی سال چند ماہ کے بعد کینیڈا کا دوسرا سفر "وین کُور" کا ہوا۔ وہاں مفتی عاصم رشید صاحب (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام، ڈیوزبری مرکز، یوکے) کا قائم کردہ ایک عربی مدرسہ ہے، جس میں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے، اس سال دورۂ حدیث شروع ہورہا تھا، لہٰذا مفتی عاصم رشید کی دعوت پر افتتاحِ بخاری شریف کے لیے وہاں جانا ہوا۔ اس مدرسے میں بھی کچھ اہلِ علم جمع ہوئے تھے، انہوں نے اجازت حدیث حاصل کی۔

بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کا سفر:

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی سرزمین کو "ارضِ مقدسہ" فرمایا ہے: یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سرزمین ہے۔ نیک بندوں کے لیے جس سرزمین کی توریث کا وعدہ ہے، اس موعود

سرزمین کا محمل ومصداق بھی بیت المقدس کی سرزمین ہے۔قرآن کریم نے جس کو من مکان قریب سے تعبیر کیا ہے، وہ بھی یہی زمین ہے۔بسورٍ لہ باب سے جو دیوار مراد لی گئی ہے، وہ بھی بیت المقدس کی مشرقی دیوار ہے۔

احادیث میں بھی متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں۔ دنیا کی دوسری مسجد ہونے کا شرف مسجد اقصیٰ کو حاصل ،قبلۂ اول یہی ،حرمِ ثالث ہونے کا شرف بھی اس کا مقدر، اس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر، بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کے زائرین کے لیے گناہوں سے پاکی ،خطرے سے حفاظت، بیماری سے شفاء، فقر سے غنیٰ ،اور اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت کی بشارت وغیرہ وغیرہ، بے شمار فضائل احادیث نبوی میں وارد ہیں، ان کے پیشِ نظر ہر مومن کی دلی تمنا اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو وہاں کی حاضری اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت نصیب فرمائے۔

اپریل ۲۰۱۷ء میں ہوائی جہاز سے ''تل ابیب'' کا سفر شروع ہوا۔رات کو بہ عافیت تل ابیب کے ائیرپورٹ پر اترے، ہمارا قافلہ پچاس افراد پر مشتمل تھا، میں اور بعض دیگر ساتھی بفضلہٖ تعالیٰ کسٹم امیگریشن کے سارے مراحل سے فوری طور پر فارغ ہوگئے، ہمیں تو کوئی پریشانی نہیں ہوئی، مگر ہمارے بعض نوجوانوں کو روک لیا گیا، اور اکثر نوجوانوں کو اس مرحلے سے گذرنا ہی پڑتا ہے۔خیر! وہ بھی تین چار گھنٹے میں امیگریشن، کسٹم وغیرہ مراحل سے فارغ ہوکر باہر آگئے، اس کے بعد پورا قافلہ ہوٹل پر پہنچا، نماز فجر کا وقت قریب ہو چکا تھا استنجاء، وضو اور دیگر ضروریات سے فارغ ہوکر مسجد اقصیٰ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مسجد اقصیٰ کے باہر اسرائیلی فوجیوں کا پہرہ رہتا ہے، اسرائیلی فوجی رات کو مسجد اقصیٰ کے دروازے کو مقفل کردیتے ہیں، صبح صادق سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل کھولتے ہیں، اول

وقت میں فجر کی اذان ہوئی، مؤذن نے بڑی دل کش اور پر اثر اذان کہی، اذان کے پندرہ بیس منٹ بعد فجر کی نماز شروع ہوئی۔ امام حرم شیخ یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھائی، شیخ یوسف بہت خلیق، متواضع، طویل القامت، خوب صورت اور پاکیزہ سیرت آدمی ہیں، نماز کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، امیر قافلہ مولوی عبداللہ مایت صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ (وہ مسجد اقصیٰ کے کئی اسفار کر چکے ہیں، بایں وجہ شیخ یوسف سے ان کے اچھے تعلقات ہیں) بڑے خوش ہوئے، نماز فجر کے بعد ہوٹل پر واپسی ہوئی، چائے ناشتہ سے فارغ ہوئے، کچھ دیر آرام کر کے ساڑھے گیارہ بجے مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ کے لیے حاضر ہوئے۔ مسجد اقصیٰ کے رہبر کے بیان کے مطابق اس مسجد میں ستر ہزار مصلیوں کی گنجائش ہے، رمضان المبارک میں مجمع زیادہ ہوجاتا ہے، اور شبِ قدر میں تقریباً بیس ہزار کا مجمع ہوتا ہے، جو صحن مسجد اور قبۃ الصخرۃ میں عشاء اور تراویح ادا کرتا ہے، شیخ یوسف حفظہ اللہ نے فصیح وبلیغ عربی میں دردانگیز، مؤثر اور جامع خطبہ دیا، اور نماز جمعہ پڑھائی۔

مقدس مقامات کی زیارت:

بیت المقدس کے سہ روزہ قیام کے دوران وہاں کے متبرک ومقدس مقامات مثلاً: مسجد براق، قبۃ الصخرۃ، محراب مریم وغیرہ کی زیارت کی۔ الخلیل بستی میں بھی حاضری ہوئی، یہ وہ بابرکت مقام ہے جہاں چار انبیاء کرام علیہم السلام (حضرت ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور یوسف علیہم السلام) آرام فرما ہیں، ان کی قبور مبارکہ کی زیارت کی۔ دورانِ قیام ایک دن مغرب کی نماز کے بعد امام حرم شیخ یوسف حفظہ اللہ نے مختلف متبرک ومقدس مقامات کی زیارت کرائی، اور ازراہِ شفقت اپنے مکان پر بھی لے گئے۔

ایک دن عشاء کے بعد شیخ یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بیان کی فرمائش کی۔ چناں چہ احقر نے تقریباً آدھ گھنٹہ اردو میں بیان کیا، ایک صاحب نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا، اور شیخ یوسف حفظہ اللہ نے عربی میں اس کا ترجمہ فرمایا۔ کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے، اور توجہ سے سن رہے تھے۔

نوٹ: تاریخ بیت المقدس اور بیت المقدس کے متبرک مقامات وغیرہ کی تفصیلی معلومات کے شائقین ''تحفۂ بیت المقدس'' (مؤلفہ: حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب، مقیم ڈیوزبری، یوکے) کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

بارباڈوس، ٹری نیڈاڈ اور پناما......کا سفر:

اگست ۲۰۱۷ء میں مفتی سعید احمد صاحب (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے) کی دعوت پر عید الاضحیٰ کی تعطیل میں بارباڈوس کا سفر ہوا، عید سے پہلے تین روز وہاں قیام رہا، میں نے عید الاضحیٰ کی نماز کھلے میدان میں پڑھائی، وہاں کے علما سے ملاقات ہوئی۔ عید کے بعد مفتی سعید احمد صاحب کی معیت میں گرینڈا، گیانا اور قرب وجوار کے جزائر میں جانا ہوا، وہاں بھی چند اہلِ علم سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ٹری نیڈاڈ جانا ہوا، یہاں ایک عربی مدرسہ ہے، جس میں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے، اس مدرسے کے مہتمم مفتی وسیم احمد صاحب اور نائب مہتمم مولانا شیراز صاحب ہیں۔ وہاں طلبۂ عزیز سے خطاب کرنے کا اتفاق ہوا۔ مدرسے کے اساتذہ اور دیگر علماءِ کرام سے بھی ملاقات ہوئی۔

اجازتِ حدیث کی مجلس:

اسی سفر میں ''پناما'' بھی جانا ہوا، وہاں بھی ایک عربی مدرسہ ہے، جس کی بنیاد

۱۹۹۹ء میں حافظ محمد پٹیل صاحب رحمہ اللہ (امیر جماعت تبلیغ، یوکے ویورپ) کے ذریعے ڈالی گئی، مرحوم احمد بھیکو مدرسے کے ذمہ دار تھے، آج کل مولانا آصف بھام مہتمم ہیں۔ وہاں کے مدرسین میں مولوی انور پٹیل بھی ہیں، جو جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے سے فارغ ہیں، یہاں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم ہوتی ہے، اور دورۂ حدیث کے لیے طلبہ کو کسی دوسرے عربی مدرسے میں بھیج دیا جاتا ہے۔ پناما کے علما نے اجازتِ حدیث کی درخواست کی، لہٰذا ایک دن عشاء کی نماز کے بعد وہاں کے اہل علم جمع ہو گئے، اور میں نے کچھ دیر بیان کر کے ان کو حدیث کی اجازت دی۔

آسٹریلیا، فیجی اور نیوزی لینڈ کا سفر:

اگست ۲۰۱۸ء میں مفتی عاصم رشید صاحب (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوزبری مرکز، یوکے) کی دعوت پر ''میلبورن'' آسٹریلیا جانا ہوا، ایک روز وہاں اہلِ علم کا ایک اجتماع ہوا۔ انہوں نے مجھ سے اجازت حدیث حاصل کی، دو تین روز وہاں قیام کے بعد ''فیجی'' پہلی مرتبہ جانا ہوا، غالباً دو روز وہاں قیام رہا، پھر تین ماہ کے بعد فیجی کا دوسرا سفر ۳۰/نومبر ۲۰۱۸ء میں دارالعلوم فیجی میں ختم بخاری شریف کی نسبت سے ہوا۔

فیجی؛ ایک تعارف:

فیجی ایک جزیرہ ہے، دنیا کا آخری کنارہ ہے۔ دنیا میں سورج سب سے پہلے یہیں طلوع ہوتا ہے، طلوعِ آفتاب کا منظر بڑا خوش نما اور قابلِ دید ہوتا ہے، وہاں بھی جانا ہوا۔ فیجی میں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے، یہاں کے لوگ اردو بولتے اور سمجھتے ہیں، ان کے آباء واجداد اصلاً یوپی، بھارت کے تھے۔ ایک صاحب نے بتلایا کہ ''مفتی زاہد حسین بن ذاکر

حسین'' نامی ایک شخص تھے، ان کے دادا کے دادا سہارن پور سے آدھ گھنٹہ کے فاصلے پر واقع ایک بستی ''کھتولی'' کے باشندے تھے۔ آج سے تقریباً دوسو سال قبل انگریز اپنے زمانۂ حکومت میں انڈیا کے باشندگان مردوں اورعورتوں کو دھوکہ دے کر جبراً کھیتوں میں کام کرنے کے لیے اسٹیمروں کے ذریعے لائے تھے۔

مذکورہ اسٹیمروں میں ''LEONIDAS'' نامی سب سے پہلا اسٹیمر (بحری جہاز) ۱۵/مئی ۱۸۷۹ء میں لایا گیا، اور ''SUTLEJ-V'' نامی آخری اسٹیمر ۱۱/نومبر ۱۹۱۶ء میں لایا گیا تھا، اسی زمانے میں مذکورہ بالا مفتی صاحب کے دادا کو بھی یہاں لایا گیا تھا، پھر ان کو یہاں سے واپس جانے نہیں دیا گیا۔ اس طرح یہ لوگ یہاں آباد ہو گئے، اور یہاں اُن کی نسلیں چل پڑیں۔ بہرحال! کچھ لوگ ضلع سہارن پور، یوپی اور کچھ لوگ ضلع بستی، یوپی، کے اصل باشندے ہیں۔ پھر ''فیجی'' ۱۰/اکتوبر ۱۹۷۰ء کو انگریز کے قبضے سے آزاد ہوا، اس کے بعد مذکورہ بالا تمام لوگوں کو فیجی کی نیشنلٹی (شہریت) دے دی گئی، سب کے پاس فیجی پاسپورٹ ہے۔

ان ۸۷/اسٹیمروں میں لائے جانے والے لوگوں کی کل تعداد ساٹھ ہزار پانچ سو ترپن (۶۰۵۵۳) ہے۔ ان میں سے مدراس کی بندرگاہ سے پندرہ ہزار ایک سو چودہ کو لایا گیا، اور کلکتہ کی بندرگاہ سے پینتالیس ہزار چارسوانتالیس کو لایا گیا۔

دارالعلوم فیجی:

فیجی میں ایک عربی مدرسہ ''دارالعلوم فیجی'' کے نام سے قائم ہے۔ اس کے مہتمم حضرت مولانا خالد حسین صاحب ہیں، مفتی شہزاد علی صاحب نائب مہتمم وشیخ الحدیث ہیں،

اورمفتی زین العابدین صاحب استاذ حدیث ہیں۔ یہ تینوں حضرات ''جامعہ فاروقیہ کراچی'' کے فاضل، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ (تلمیذ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ) کے تلامذہ میں سے ہیں۔ یہی تینوں حضرات اس مدرسے کے روحِ رواں ہیں، ان کے علاوہ دیگر اساتذہ بھی ہیں۔ دارالاقامہ میں بیرونِ فیجی کے طلبہ بھی قیام پذیر ہیں، یہ دارالعلوم بہت اچھی دینی وملی خدمات انجام دے رہا ہے۔ یکم دسمبر ۲۰۱۸ء کو مدرسے کا سالانہ اجلاس تھا، اوراس میں ختم بخاری شریف کے لیے مجھے مدعو کیا گیا تھا، مغرب کے بعد اولاً بخاری شریف کا آخری درس ہوا، پھر طلبۂ عزیز کے دیگر پروگرام ہوتے رہے، اور دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

فیجی ہی میں ''لمباسا'' نامی مقام میں بھی ایک عربی مدرسہ ''الجامعة الإسلامية لمباسا فيجي'' کے نام سے ہے، وہاں بھی جانا ہوا، مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی، اساتذہ وطلبہ سے خطاب ہوا۔ علاوہ ازیں قرب وجوار کے کچھ جزیروں میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔

نیوزی لینڈ میں:

فیجی سے واپسی پر دو روز نیوزی لینڈ میں قیام رہا۔ وہاں کفلیتہ انڈیا کے ایک عالم مولوی محمد پٹیل ہیں، جو کئی سال سے ایک مسجد میں امام ہیں، وہاں کی یہ بڑی مسجد ہے، ان کا وہاں اچھا رسوخ واثر ہے، بہت سے اہل علم سے ملاقات رہی، بعض مساجد میں بیانات بھی ہوئے۔

حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب کی اولاد:

حضرت مولانا کی کُل چار اولاد ہیں: ایک لڑکا اور ایک لڑکی بچپن ہی میں فوت ہوکر ذخیرۂ آخرت ہوگئے، ایک لڑکی اور ایک لڑکا حیات ہیں۔ مسعودہ بیگم آپ کی بڑی صاحب

زادی ہیں، ان کا نکاح مولوی سید عبداللہ میاں بن یاسین میاں قادری، مقیم کالوپور احمد آباد سے ہوا۔ داماد مولوی عبداللہ میاں قادری مرحوم احمد آباد کے اچھے علما میں سے تھے، ۲۰۰۲ء کے احمد آباد کے فسادات میں ریلیف وغیرہ کی نمایاں خدمات انجام دی تھیں، جس کی وجہ سے وہ حکومت کی ''نظر'' میں تھے، چناں چہ ان کو چند دیگر نوجوانوں کے ساتھ ''اکسردھام مندر حملہ'' کے الزام میں بے قصور گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا، ساڑھے سات سال جیل میں رہے، گجرات کی عدالتوں نے تو ان کے جرم پر مہر تصدیق ثبت کردی تھی، لیکن سپریم کورٹ نے تمام ملزمین کو نہ صرف یہ کہ باعزت بری کردیا، بل کہ گجرات حکومت و پولیس کی سخت زجر و توبیخ بھی کی، جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ فللہ الحمد۔

رہائی کے بعد تین سال تک کینسر کے موذی مرض میں مبتلا رہے، کافی علاج ومعالجہ ہوا، دوا پریشن ہوئے، جو ناکام ثابت ہوئے۔ بالآخر آج سے تین سال قبل رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹے کا نام مولوی محمد عاصم قادری ہے، دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر کے فاضل ہیں، آج کل احمد آباد میں تجارت کر رہے ہیں۔ سلمہ اللہ وعافاہ

صاحب زادے:

بیٹے مولوی سید محمد صلاح الدین دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سے فراغت کے بعد بڑودہ شہر ہی میں مکتب میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، نگینہ مسجد، بڑودہ میں چند سال امامت بھی کی، ان کی چار بیٹیاں ہی ہیں، نرینہ کوئی اولاد نہیں۔

۲۰۰۴ء میں مولانا سید مصلح الدین احمد صاحب نے ان کو مع اہل وعیال ''ڈیوزبری'' بلالیا۔ یہاں آکر بھی انہوں نے مقامی وغیر مقامی مختلف مکاتب میں تعلیمی خدمت انجام دی۔

گذشتہ سات آٹھ سال سے مختلف امراض میں مبتلا ہیں، سحر کا شدید حملہ ہے۔ تین تین چار چار مہینوں تک زبان بند ہو جاتی ہے، بالکل بول نہیں سکتے۔ ہفتے میں دو تین مرتبہ چار چار پانچ پانچ گھنٹے غشی ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر و معالجین بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کیا بیماری ہے؟ اچھے اچھے عاملوں سے علاج کرایا گیا، ان کا کہنا ہے کہ ساحروں کا اصل نشانہ مولانا صاحب کی ذات گرامی ہے، مگر کسی وجہ سے ان کو اس میں کامیابی نہ ہو سکنے کی بنا پر مولانا کو اذیت پہنچانے کی خاطر بیٹے مولانا سید محمد صلاح الدین کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ بہر حال! پہلے کی بہ نسبت گذشتہ تین سال سے سحر کی شدت میں کمی تو ہو گئی ہے، کافی افاقہ ہے، لیکن بالکلیہ استیصال نہیں ہو سکا ہے، جس کی وجہ سے وہ بالکل معذور ہو کر وہیل چیئر پر آ چکے ہیں۔ عافاہم اللہ وسلمہم۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ آمین۔

دفعِ سحر کے سلسلے میں مختلف حضرات نے اپنے اپنے تجربات اور عمل بتلائے، بحمد اللہ اُن سے فائدہ بھی ہوا، لیکن درجِ ذیل عمل زیادہ مفید ثابت ہوا۔ لہٰذا افادۂ عام کی غرض سے اس کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

دفعِ سحر کا مجرّب عمل:

دن یا رات میں کسی وقت دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ بہ ایں طور پڑھیں کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ فیل اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قریش پڑھیں۔ سلام پھیرنے کے بعد اسی جگہ بیٹھ کر اکیس (۲۱) مرتبہ: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ، اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِمَا شَرِّھِمْ پڑھیں۔ پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر سات (۷) مرتبہ یہ آیت صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا لَا لَا یَرْجِعُوْنَ لفظِ لا کو تین مرتبہ پڑھیں، اور ہر مرتبہ

میں انگلی سے ساحر کی طرف اشارہ کریں کہ میرے یہ اثرات ساحر کی طرف لوٹ جائیں۔
پھر داہنی طرف مُڑ کر سات (۷) مرتبہ یہ آیت اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا لَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ پڑھیں، یہاں بھی لفظِ ''لا'' کو تین (۳) مرتبہ انگلی کے اُسی اشارے کے ساتھ پڑھیں، پھر داہنی طرف مُڑ کر سات مرتبہ یہ آیت: وَجَعَلۡنَا مِنۡ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا لَا لَا یُبۡصِرُوۡنَ پڑھیں، یہاں بھی لفظ ''لا'' کو تین مرتبہ انگلی کے اُسی اشارہ کے ساتھ پڑھیں۔ پھر داہنی طرف مُڑ کر یَا مَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا لَا لَا لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ یہاں بھی لفظ ''لا'' کو انگلی کے اُسی اشارے کے ساتھ پڑھیں۔اس کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے سورۂ صف کی یہ دو آیتیں: یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ○ هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ○ تک سات مرتبہ پڑھ کر بیٹھ جائیں، پھر قَوۡلُهُ الۡحَقُّ وَلَهُ الۡمُلۡكُ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الۡحَكِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ○ سات مرتبہ پڑھ کر دعا مانگیں کہ اے اللہ! سحر کے یہ اثرات مجھ سے دور کر دے اور ساحر پر لوٹا دے۔

یہ عمل دن میں کم از کم ایک مرتبہ متواتر سات روز تک کریں یا ہفتے میں ایک مرتبہ (ایک دن) کر کے سات ہفتوں میں اس عمل کو مکمل کرے۔

❑ ❑ ❑

تأثراتِ قلبی:

(از بندۂ عاصی محمد یونس سورتی سلمہ الہادی بن قاری بندۂ الٰہی غفرلہ الباری)

عملِ پیہم:

استاذ محترم، استاذ الاساتذۃ والمشائخ حضرت مولانا مفتی سید مصلح الدین احمد صاحب بڑودوی مدظلہ العالی کی حیات پر نظر ڈالتے ہیں، تو طفولیت سے فراغت تک آپ کی طالب علمی جُہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم نظر آتی ہے۔

طفولیت (بچپنا) تو لاشعوری کا زمانہ ہوتا ہے، لیکن والدین کی تربیت نے اولاد میں کیا کیا اوصاف وکمالات پیدا کر دیے!!!

کڑی تربیت،

اس کو چھٹی نہ ملی......:

٢٠١٩ء میں افریقہ کے ''لیڈی سمتھ'' شہر میں بندے کی ملاقات حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب سے ہوئی۔ فرمانے لگے: جب میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل میں داخل ہوا، اس وقت حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ جامعہ ڈابھیل میں مدرس تھے، میں نے دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کی سخت نگرانی فرماتے تھے، ان کو طلبہ کے ساتھ کھیلنے یا کہیں آنے جانے نہیں دیتے تھے، بلکہ پنج گانہ نماز باجماعت کے لیے مسجد جانے کے علاوہ ان کو گھر سے باہر قدم نکالنے کی قطعاً اجازت نہیں تھی۔ اُسی کا نتیجہ ہے کہ مولانا مرحوم کے تمام صاحبزادگان ہر قسم کی فضول، لغویات اور لایعنی سے محفوظ رہے۔ آج الحمدللہ سب ہی حضرات

دین کے مختلف شعبوں میں بہ حسن وخوبی عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے جامعہ ڈابھیل میں حافظ جی لال مرحوم کے پاس ساڑھے نو سال کی عمر میں حفظ قرآنِ کریم پختگی کے ساتھ مکمل کرلیا۔ یہی حال آپ کے برادران مدظلہم کا ہے کہ کم عمری میں حفظ قرآنِ کریم سے فارغ ہو چکے تھے۔

مولانا شمس الدین صاحب رحمہ اللہ کا طرزِ تدریس:

پھر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اولاد کو پڑھانے کے لیے کیا طریقہ اختیار فرمایا؟

محمود الفتاویٰ جلد اول صفحہ ۴۷ پر ہے:

(حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:) میں نے کچھ کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں، ان کا طرز یہ تھا کہ کتاب کا مطالعہ کر کے اگلے دن کا سبق حل کرنے کے ہم ہی مکلف تھے، عبارت صحیح طریقے سے پڑھ کر عبارت کا مطلب ومفہوم بیان کرنا ہمارے ہی ذمے تھا۔ اگر مزید توضیح وتشریح کی ضرورت محسوس فرماتے، تو والد صاحب رحمہ اللہ کچھ بولتے، ورنہ فرمادیتے کہ ٹھیک ہے، آگے چلو۔ اور اگر کسی دن مفہوم ومطلب بیان کرنے میں کمی وکوتاہی ہوتی، تو بہت سخت پٹائی ہوتی تھی کہ تم نے آج صحیح طور پر مطالعہ نہیں کیا، اور کما حقہ عبارت حل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ (بتغییر یسیر)

(راقم الحروف عرض کرتا ہے: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے بارہا سنا، جس کا خلاصہ اور مفہوم یہ ہے کہ والد صاحب (حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمہ اللہ) حاشیے والی کتابوں میں پڑھانے کے مخالف تھے، ان کے یہاں سارا بوجھ طالب علم پر ہوتا

تھا) اسی طرح ہمیں بھی پڑھایا گیا، خود مطالعہ کرو، اور خود ہی مطلب بیان کرو۔

نیز حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں: چچا جان کے پاس عبارت خود ہی پڑھنی ہوتی تھی، اور مطلب بھی خود ہی بیان کرنا ہوتا تھا۔ اگر صحیح پڑھا، تو ”ہُوں!“ کرتے؛ یعنی صحیح ہے، اگر غلطی ہوئی تو ”اُوہوں!“ کہہ دیتے، یعنی صحیح نہیں پڑھا۔ جہاں ضرورت سمجھی، وہاں تشریح کردی۔ اسی طرح حضرت مولانا شمس الدین صاحب نے اپنے بچوں کو پڑھایا۔

اس کے بعد جب آپ جامعہ اشرفیہ، راندیر میں عربی کے ابتدائی درجات میں داخل ہوئے، تو کس قدر شوق ولگن اور انہماک کے ساتھ محنت کی ہوگی، وہ دیکھیے!

جب آپ ۱۳۷۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں عربی سوم میں داخلے کی غرض سے پہنچے، تو ناظمِ تعلیمات شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ نے عربی دوم کا امتحان لیا، اس امتحان میں آپ اور آپ کے برادرِ عزیز حضرت مولانا قمر الدین محمود صاحب مدظلہما دونوں شریک تھے۔ شیخ الادب صاحب رحمہ اللہ نے ۴۸/ نمبرات دے کر کامیاب فرمایا، پھر فرمایا کہ کتبِ ممتحَنہ میں کامیابی کی وجہ سے تم مطلوبہ کتابوں (کتب عربی سوم) کے مستحق ہو، مگر مولوی صاحب! ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ لہٰذا ان ہی کتابوں کو دوبارہ پڑھ لو تو بہتر ہے۔ چناں چہ انہوں نے بہ خوشی یہ مشورہ قبول کرلیا، اور ان ہی کتابوں میں دوبارہ داخلہ لیا۔

پھر تحصیلِ علم میں محویت وانہماک، اسباق کی پابندی اور جِد وجُہد کے نتیجے میں کس شان سے فارغ ہوئے وہ دیکھیے کہ اپنے زمانے کے قطب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے گجرات کے دورے کے موقع پر حضرت مولانا شمس الدین بڑودوی رحمہ اللہ سے ان کے مکان پر ان کی پیٹھ ٹھوکتے ہوئے فرمایا: ”مٹھائی کھلاؤ!“ وجہ پوچھی، تو فرمایا:

صاحبزادوں (مولانا مصلح الدین احمد اور مولانا قمر الدین محمود) نے دارالعلوم دیوبند میں بہت خصوصی کی کوئی قسم باقی نہیں چھوڑی۔

یہ تھے آپ کے زمانۂ طالب علمی کے احوال۔ جن میں ہر اُس طالبِ علم کے لیے تشویق وتحریض کا بھرپور سامان ہے، جو طلبِ علم کے لیے گھر بار کو چھوڑ کر کسی مدرسے میں داخل ہوا ہو۔

پھر جب فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس وتدریس کے میدان میں قدم رکھتے ہیں، تو پہلے ہی سال جامعہ اشرفیہ، راندیر میں آپ کا تقرر ہوتا ہے۔ اس پر بھی ذرا غور کیجیے کہ مہتمم حضرت مولانا احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ آپ کے لیے ہدایہ آخرین اور کچھ اوپر کی کتابیں تجویز فرما رہے ہیں، اور آپ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کا حکم ہے، تو پڑھا دوں گا، ورنہ میرے مزاج اور طبیعت کے خلاف ہے۔ مولانا احمد اشرف صاحب رحمہ اللہ پوچھتے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نیچے کی کتابوں کی تدریس کرتے ہوئے اوپر جانا چاہتا ہوں۔ حالاں کہ شیخ الادب رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی شہادت کے مصداق ہونے اور بھرپور صلاحیت رکھنے کے باوجود آپ یہ فرما رہے ہیں۔

حقیقی ترقی:

حضرت مولانا کے اس طرزِ عمل پر ایک بات یاد آئی جو بڑی کارآمد اور مفید ہونے کے علاوہ بڑوں کی بات اور فارغ التحصیل علما کے لیے قابلِ عمل ہے:

١٩٧٢ء اور ١٩٧٣ء میں دارالعلوم آنند، گجرات میں میرے تدریس کے ایک ساتھی- جو دو تین سال سے پڑھا رہے تھے- بہت جلد ترقی کر رہے تھے، اور مزید ترقی کے

خواہاں تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فیروز پوری پالن پوری تھے۔ اُن سے جب ابتدا میں یکے بعد دیگرے دو سال ترقی کی گزارش کی گئی، تو حضرت رحمہ اللہ نے جو فرمایا اس کا مفہوم وخلاصہ یہ ہے: دیکھیے! ایک ترقی یہ ہے کہ ہر سال آپ کو آگے کا درجہ یا کتاب دی جائے، اور ایک ترقی یہ ہے کہ جس فن کی کتاب آپ کو دی جائے، اس کی شروح کا مطالعہ کر کے آپ اُس فن میں مہارت پیدا کریں؛ یہ اصل ترقی ہے۔

مولانا کا اندازِ درس:

راقم الحروف جامعہ ڈابھیل میں درجۂ عربی دوم میں داخل ہو کر مفتی احمد صاحب دیولوی (مہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر) کا ہم سبق ہوا۔ اس سال حضرت مولانا مدظلہ سے عربی ادب میں ''نفحۃ الیمن'' پڑھی، جس میں واقعات ہی واقعات ہیں؛ لیکن واقعات بہ حیثیت واقعہ مقصود نہیں؛ بلکہ اصل مقصود طلبہ میں عربی ادب کی استعداد پیدا کرنا ہے۔ روزانہ سبق پڑھاتے، حلِّ لغات، نحوی ترکیب، ابواب کو اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر بتاتے، اور سمجھاتے، پھر یاد کرنے کا موقع بھی عنایت فرماتے۔ دوسرے دن تقریباً ہر ایک سے اسی طرح سنتے، یاد نہ ہونے پر تنبیہ فرماتے، پھر بھی طالب علم متنبہ نہ ہوتا تو تنبیہ الغافلین (چھڑی) کا استعمال فرماتے۔ بندہ تو حضرت کی تنبیہ الغافلین سے کئی مرتبہ استفادہ کر چکا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایک واقعے سے دوسرے واقعات جوڑ کر وقت پورا کر لیا ہو؛ دراصل حضرت بڑی محنت اور دل سوزی سے پڑھاتے تھے، چاہتے تھے کہ طلبہ میں علمی وفنّی استعداد پیدا ہو۔

غلبۂ حیا:

کبھی کسی واقعے میں کوئی عشقی مضمون آجاتا تو فرماتے: اس کو چھوڑ دیجیے، آگے پڑھیے۔ لیکن لطیفے کی بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ اُس کتاب کا امتحان حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی ؒ کے پاس تھا، انہوں نے مختلف مقامات سے طلبہ کو جانچا، اتفاق سے چھوڑا ہوا واقعہ سامنے آیا، طلبہ نے تو کہہ دیا کہ یہ واقعہ ہمیں نہیں پڑھایا ہے۔ مولانا سمجھ گئے، اور فرمایا کہ ''اس میں کیا ہے؟'' پھر خود ہی پورا واقعہ بیان فرمادیا۔ لیکن ایسے مقامات پر غلبۂ حیا کی وجہ سے حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب کی زبان نہیں چلتی تھی۔

پابندیِ اوقات، نظافت ونفاست:

اوقاتِ مدرسہ کے آپ سخت پابند تھے، دفترِ اہتمام کی طرف سے تاکید کی جائے یا نہ کی جائے؛ اوقات اور مدرسے کے اصول وضوابط کی پابندی آپ کی طبیعت ثانیہ بنی ہوئی ہے۔

یہ منظر تو ہمارا چشم دیدہ ہے کہ درس گاہ میں داخل ہوکر مسند پر جلوہ افروز ہونے کے ساتھ ہی طلبہ کی حاضری لیتے، رجسٹر اس احتیاط سے کھولتے کہ ورق کا کنارہ بھی مُڑنے نہ پائے، نہ ہی کوئی داغ دھبّہ لگے۔ سال پورا ہونے کے بعد بھی رجسٹر اتنا ہی صاف ستھرا اور بے داغ ہوتا جیسا شروع سال میں دیا جاتا۔

جامعہ ڈابھیل کے دورِ تدریس میں آپ کا قیام جامعہ کے ''بنگلے'' میں تھا، جہاں چند اساتذہ الگ الگ حجروں میں رہتے تھے، آپ کمرے میں تمام اشیاء صاف ستھری، قرینے اور سلیقے سے رکھتے تھے، ہر شئ کا استعمال احتیاط سے کرتے، لباس بھی صاف ستھرا، بے داغ رہتا، فضول خرچی سے کوسوں دور رہتے۔

صف اول، خشوع وخضوع، نوافل ومعمولات کا اہتمام:

آپ کی نمازِ پنج گانہ میں صفِ اول کی پابندی بھی قابل رشک تھی، مسجدِ مدرسہ میں پنج وقتہ نمازوں میں آپ ہمیشہ صفِ اول میں مکبّر کے قریب ہی نظر آتے، اورنماز کے بعد نوافل واذ کار مکمل کر کے اطمینان سے مسجد سے نکلتے۔ ایسی پابندی ایک مولوی کے شایانِ شان ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا وقار بھی ہے، چاہے وہ کسی بڑے ادارے میں ہو، یا مکتب میں، یا کسی اور مشغلۂ تجارت میں ہو۔

آپ کی نمازوں میں سنن ومستحبات کی مکمل رعایت ہوتی تھی۔ بندہ چالیس سال کی عمر میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا، دیکھا کہ بڑوں کو بھی نماز کا صحیح طریقہ بتایا جارہا ہے، بالخصوص اس کا خوب اہتمام کرایا جاتا کہ اگر عذر نہ ہو تو سجدے میں جاتے وقت آگے کی طرف جھکاؤ نہ ہو؛ بلکہ سینہ بہ جانبِ قبلہ ہو۔ اسی طرح بعض اعضا بھی قبلے کی طرف ہوں، ان میں خمیدگی اور کاہلی وسستی نہ ہو، جب وہاں یہ بات دیکھی، تو حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب یاد آئے کہ آپ کی نمازیں بعینہٖ ایسی ہی ہوتی تھیں۔ آپ ہر عمل میں سنن، مستحبات اور آداب کی پوری رعایت رکھتے ہیں؛ آپ اصحابِ عزیمت میں سے ہیں۔

سنجیدگی، متانت ووقار:

آپ کے مزاج میں جلد بازی نہیں ہے، بل کہ وقار، سنجیدگی ٹھہراؤ اور متانت ہے۔
یہ وہی اوصاف ہیں، جن کی وجہ سے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشج عبد القیس کی تعریف کی تھی:
آپ کی دوخوبیاں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، بردباری اور متانت ووقار۔

پچھلے صفحات میں گذرا کہ ڈیوزبری مرکز کے اربابِ شوریٰ آپ کو بحیثیت شیخ الحدیث دعوت پیش کرنے کے لیے بڑودہ پہنچے تھے، اور بہت اصرار کیا......

آپ کو اوّلاً تردد تھا، اس لیے اپنے بعض معتمدین سے مشورہ کیا، بندۂ ناکارہ سے بھی بذریعۂ خط دریافت فرمایا کہ تیری کیا رائے ہے؟ مجھے اِس وجہ سے تردد تھا کہ دارالعلوم بڑودہ میں تدریس کے ساتھ ساتھ آپ جمعیۃ علماء، صوبۂ گجرات، اور دینی تعلیمی بورڈ وغیرہ متعدد تنظیموں کے ساتھ وابستہ رہ کر دینی وملّی خدمات انجام دے رہے تھے، ساتھ ہی ساتھ مضمون نگاری وتصنیفی کام بھی چل رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ جمعیۃ کا مزاج الگ ہے، دعوت وتبلیغ کا مزاج الگ ہے، دونوں کا طریقۂ کار مختلف ہے، جب کہ مدارس کی اپنی ہی ایک دنیا ہے۔ اس لیے اپنی سمجھ سے چند گزارشات کردی تھیں؛ لیکن اہلِ مرکز کا اصرار برابر رہا۔ بڑوں نے بھی تائید فرمائی، اس طرح آپ مرکز ڈیوزبری تشریف لے آئے۔ اور انجام کار یہ الحمدللہ خیر ہی ثابت ہوا۔ ما ندم من استشار۔

مرنجاں مرنج طبیعت، یکسومزاجی:

الحمدللہ! آپ اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی، اوقات واصول وضوابط کی پابندی، حسنِ کارکردگی، قلت اختلاط مع الانام وغیرہ اوصاف میں ہمیشہ ممتاز ثابت ہوئے۔ آپ کی ذات سے کسی کو کسی قسم کا کوئی ضرر اور خطرہ نہیں، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملاقات وغیرہ عادات کی وجہ سے آپ مرکز التبلیغ کے ذمہ دار اور عوام وخواص نیز طلبہ میں مقبول ہیں، برسہا برس گذر گئے، مگر آپ اسی استقامت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ملکۂ تفہیم، سلاست وفصاحت:

الحمد للہ! ہر جگہ اور ہمیشہ طلبہ میں آپ کا درس مقبول رہا ہے، زبان صاف ستھری، شُستہ وشیریں، اور قوتِ تفہیم بہت عمدہ پائی ہے۔ عمر کے موجودہ مرحلے میں آواز میں ممکن ہے کہ ضعف آ گیا ہو، ورنہ جوانی وکہولت میں تو الفاظ موتی کی طرح صاف ستھرے ادا ہوتے تھے۔

بہر حال! آپ اپنے وقت کے ممتاز عالمِ دین ہیں، آپ کا علمی پایہ بلند ہے، بلا مبالغہ آپ کے سینکڑوں تلامذہ ہیں، جن کی بڑی تعداد خدمتِ دین میں مشغول ہو کر اپنے استاذِ مشفق کے لیے ان کی حیات ہی میں صدقۂ جاریہ بن چکی ہے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو ذہانت وفطانت کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا ہے، آپ باذوق مصنف، ماہر مفتی اور شریعت وطریقت کے جامع ہیں۔ تفسیرِ قرآن، اور وعظ وخطاب پُر مغز اور صاف ستھری زبان میں فرماتے ہیں، اسلاف کے سچے نمونے ہیں۔

اللہ رب العزت آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے، اور جملہ دینی خدمات کو قبول فرمائے، اور تا قیامِ قیامت آپ کا فیض جاری رکھے، اور ہم تمام کو اپنے اسلاف واکابر کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین یارب العالمین۔

بندہ محمد یونس بن قاری بندۂ الٰہی غفرلہ

مؤرخہ ۳/ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۴/ جولائی ۲۰۲۰ء بروز جمعہ

تم بحمد اللہ

ادارے کی دیگر مطبوعات

اسماءِ کتب	نمبر شمار
جدید معاملات کے شرعی احکام	۱
بہارِ نبوت (اول) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری ؒ نمبر	۲
بہارِ نبوت (ثانی) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نمبر	۳
برما اور عالمی حالات اپنا طرزِ زندگی درست کیجیے (اردو، گجراتی)	۴
آیئے! نماز صحیح کریں (گجراتی، اردو)	۵
علمی وعرفانی شہ پارے	۶
چراغِ سہارنپور	۷
دعا ایسے مانگیں (گجراتی، اردو)	۸
بیعت ہونے والوں کو ہدایات	۹
اَلْقَوْلُ الْمُبِیْن فِي ذِکْرِ الْمُجَازِ وَالْمُجِیْزِیْن	۱۰
آسان درسِ قرآن (جلد اول) (سورۂ فاتحہ اور سورۂ ناس تا قدر)	۱۱
مفتیانِ کرام سے رہنما خطاب	۱۲
نصیحت گوش کن جانا......	۱۳
أَغْلَاطُ الْعَوَامِ فِي بَابِ الْأَحْكَام	۱۴
منظومۃ عُقُودِ رَسْمِ الْمُفْتِي	۱۵
مختصر سوانحِ مشائخِ چشت	۱۶

١٧	درسِ ختم بخاری
١٨	درس مسلسلات ؛ چند اہم یادداشتیں
١٩	مبادیِ مسلسلات
٢٠	تذکرہ حضرت مولانا مصلح الدین احمد صاحب بڑودوی القاسمی
٢١	قصیدۂ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (گجراتی)

DARUL HAMD RESEARCH INSTITUTE,

SODAGARWADA, SURAT - 395003

+91 91731 03824